ٹی وی پر تبلیغ

سے متعلق

مدلل فتویٰ

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، کتاب

”ڈیجیٹل تصویر اور ٹی وی چینل کے ذریعے تبلیغ“

﴿ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ﴾

حضرات علمائے دین ومفتیان شرع متین سے درج ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں :

(۱) ٹی وی کے ذریعے تبلیغِ دین کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ بعض حضرات کہتے ہیں ٹی وی اسکرین پر جو نظر آتا ہے وہ عکس ہے تصویر نہیں اور بعض فرماتے ہیں کہ تصویر تو ہے لیکن اشاعتِ دین کے لیے جائز ہے۔

(۲) اگر ناجائز ہے تو جو علماء ٹی وی پر آ کر مذہبی پروگراموں میں شرکت اور تقریریں کرتے ہیں ان سے دینی استفادہ کرنا مثلاً امام بنانا، ان کا وعظ سننا، ان کو وعظ کے لیے بلانا، دینی مدرسہ میں مدرس لگانا اور ان سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالبرہان، تو جروا عند الرحمٰن

سائل : رضوان احمد

گریکس ماری پور کراچی

الجواب باسم ملہم الصواب

اولاً چند ایسے اصول وقواعد پیش خدمت ہیں جو سب کے ہاں مسلم ہیں، ان کی روشنی میں ڈیجیٹل تصویر اور اسکرین پر نمودار ہونے والے منظر کی حقیقت اور اس کا حکم واضح ہو جائے گا کہ یہ منظر شبیہِ محرم میں داخل ناجائز اور حرام ہے یا شبیہِ مباح میں داخل اور جائز ہے؟...... **ثانیاً**......سوالات کے جوابات۔

قاعدہ نمبر (۱): ہر وصف میں حکم کی علت بننے کی صلاحیت نہیں ہوتی، جس میں عدالت اور صلاح دونوں ہوں صرف وہ علت بن سکتا ہے۔

قال المنلا جیون رحمہ اللہ تعالیٰ : ثم شرع فی بیان ما یعلم بہ أن ھذا الوصف وصف دون غیرہ فقال : و دلالۃ کون الوصف علۃ صلاحہ و عدالتہ ، الخ ......(نور الأنوار : ۲۳۵)

وضاحت: اصولِ فقہ کی جملہ کتب میں یہ بات صراحۃً موجود ہے کہ اصل نصوص میں یہ ہے کہ وہ معلل بالعلۃ ہوں، تاکہ منصوص کا حکم علت کی وجہ سے غیر منصوص میں بھی ثابت ہو جائے۔ اس لیے ایسی نصوص میں حضرات فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی اولین کوشش تعیینِ علت کی ہوتی ہے، کیونکہ اسی علت کی بنیاد پر رہتی دنیا تک بے شمار جزئیات کا حکم معلوم ہو جاتا ہے، اور نص کا فائدہ عام ہو جاتا ہے۔ علت تک رسائی کے لیے حضرات فقہائے کرام رحمہ اللہ نے مختلف قواعد بیان فرمائے ہیں، چنانچہ اس سلسلے میں احناف نے جو ضابطہ بیان کیا ہے اس کی تفصیل یہ کہ ''معلل بہ نص کے حکم کی علت اس کے اندر پائے جانے والے تمام

اوصاف میں سے صرف وہ وصف ہے جس میں دو (۲) باتیں ہوں: ایک عدالت اور دوسری صلاح۔

عدالت : کا مطلب یہ ہے کہ بعینہ یہ وصف یا اس کی جنس بعینہ اس حکمِ نص یا اس کی جنس کے لیے قیاس سے پہلے علت مانا گیا ہو۔(و امثلتها فی الکتب مذکورة)

صلاح : کا مطلب یہ ہے کہ یہ علت آپ ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عللِ مستنبطہ کے مناسب ہو۔

الحاصل : حکمِ منصوص کی علت صرف اور صرف وہ وصف ہے جو ان دو باتوں پر مشتمل ہو، اس کے سوا دوسرے اوصاف نہ علت ہیں اور نہ ہی ان پر مدارِ حکم ہے۔

لہٰذا اگر کوئی فرع درجنوں اوصاف میں اصل کے ساتھ شریک ہے لیکن صرف اُس ایک وصف میں شریک نہیں جو حکم کی علت اور مدار ہے، تو ایسی صورت میں اصل کا حکم اس فرع میں ثابت نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی فرع صرف اُس ایک وصف میں تو شریک ہے جس پر مدارِ حکم ہے، باقی کسی بھی وصف میں شریک نہیں، تو ایسی صورت میں اصل کا حکم اس فرع میں ثابت ہوگا۔ اس لیے زیرِ بحث مسئلہ میں پہلے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس پر غور کیا جائے کہ جاندار کی شبیہ کی حرمت کی علت کیا ہے؟ اس حرمت کا مدار کس وصف پر ہے؟ پھر اسکرین کے منظر میں اس کو تلاش کیا جائے، اگر علت پائی جا رہی ہے تو حرمت کا حکم ثابت ہوگا، ورنہ نہیں۔ نیز رہتی دنیا تک اس علت کی بنیاد پر مستقبل میں بھی جاندار کی شبیہ کی جتنی اقسام وجود میں آتی رہیں گی سب کا حکم معلوم ہوتا رہے گا۔

﴿ قاعدہ نمبر (۱) اور اسکرین کے منظر کی حقیقت اور حکم ﴾

ماضی میں جاندار کی شبیہ کی چار قسمیں ہمارے سامنے ہیں :

(۱) مورتی اور مجسمہ (۲) تصویر (۳) عکس (۴) ظل اور سایہ

اب اس دور میں شبیہ کی ایک اور قسم جو اسکرین پر ظاہر ہوتی ہے، وجود میں آئی ہے، اور ممکن ہے کہ مستقبل میں شبیہ کی کچھ اور اقسام بھی وجود میں آئیں جو اجسامِ لطیفہ جیسے ہوا وغیرہ پر ظاہر ہوں۔

لہٰذا اگر اس پر غور کر کے فیصلہ کیا جائے کہ شبیہ محرم کی حرمت کی علت کیا ہے؟ تو امید ہے کہ رہتی دنیا تک شبیہ کی جتنی بھی قسمیں پیدا ہوتی رہیں گی سب کا حکم معلوم ہو جائے گا۔

جاندار کی شبیہ سے متعلق احادیثِ مبارکہ اور ان کی شروح کے مطالعہ اور ان پر غور و فکر کرنے سے معلوم

ہوتا ہے کہ علتِ حرمت " **مضاهاة لخلق الله**" (یعنی اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیق کی مشابہت اور نقالی) ہے۔ مضاہاۃ لخلق اللہ کے شبیہ محرم کی حرمت کی علت ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی مضاہات لخلق اللہ کو علت حرمت قرار دیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

(۱) "تصویر سازی حق تعالیٰ کی صفت خاص کی نقالی ہے، مصور حق تعالیٰ کے اسماء حسنی میں سے ہے، اور صورت گری درحقیقت اسی کے لیے سزاوار اور اسی کی قدرت میں ہے کہ مخلوقات کی ہزاروں اجناس اور انواع اور ہر نوع میں اس کے کروڑوں افراد ہوتے ہیں، ایک کی صورت دوسرے سے نہیں ملتی، انسان ہی کو لے لو تو مرد کی صورت اور عورت کی صورت میں نمایاں امتیاز، پھر عورتوں اور مردوں کے کروڑوں افراد میں دو فرد بالکل یکساں نہیں ہوئے۔ ایسے کھلے ہوئے امتیازات ہوتے ہیں کہ دیکھنے والوں کو کسی تامل اور غور و فکر کے بغیر ہی امتیاز واضح ہو جاتا ہے۔ یہ صورت گری اللہ رب العزت کے سوا کس کی قدرت میں ہے؟ جو انسان کسی جاندار کا مجسمہ یا نقوش اور رنگ سے اس کی تصویر بناتا ہے وہ گویا عملی طور پر اس کا مدعی ہے کہ وہ بھی صورت گری کر سکتا ہے۔ اسی لیے صحیح بخاری وغیرہ کی احادیث میں ہے کہ قیامت کے روز تصویریں بنانے والوں کو کہا جائے گا کہ جب تم نے ہماری نقل اُتاری تو اس کو مکمل کر کے دکھلاؤ، اگر تمہارے بس میں ہو، کہ ہم نے تو صرف صورت ہی نہیں بنائی اس میں روح بھی ڈالی ہے، اگر تمہیں اس تخلیق کا دعوی ہے تو اپنی بنائی ہوئی صورت میں رُوح بھی ڈال کر دکھلاؤ۔" (معارف القرآن ۷/۲۷۰)

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی مضاہات لخلق اللہ کو علتِ حرمت قرار دیا ہے۔

(۲) عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها : عن النبي ﷺ قال : أشد الناس عذابا يوم القيمة الذين يضاهون بخلق الله ، متفق عليه .

قال المنلا على القارى رحمه الله تعالىٰ : يضاهون ..... و المعنى يشابهون بخلق الله أى يشابهون عملهم التصوير بخلق الله ، قال القاضى : أى يفعلون ما يضاهى خلق الله أى مخلوقه، أو يشبهون فعلهم بفعله أى فى التصوير و التخليق (المرقاة ۸ / ۲۷۱)

و قال رحمه الله تعالىٰ تحت حديث ابن مسعود رضي الله عنه ﴿ أشد الناس عذابا عند الله المصورون ﴾ متفق عليه، (بعد ذكر الاختلاف بين الجمهور و الامام مجاهد) .... : قال (أى مجاهد) : و بالمضاهاة بخلق الله ، قلت: العلة مشتركة.(المرقاة ۸ / ۲۷۲)

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی کو علت حرمت فرمایا ہے، لکھتے ہیں:

(۳) قال العلامة النووى رحمه الله تعالىٰ: قال أصحابنا و غيرهم من العلماء تصوير صورة

الحیوان حرام شدید التحریم و هو من الکبائر لأنه متوعد علیه بهذا الوعید الشدید المذکور فی الأحادیث وسواء صنعه بما یمتهن أو بغیره فصنعته حرام بکل حال ل أن فیه مضاهاة لخلق الله تعالیٰ و سواء ما کان فی ثوب أو بساط أو درهم أو دینار أو فلس أو اناء أو حائط أو غیرها ...... و لافرق فی هذا کله بین ماله ظل و ما لاظل له هذا تلخیص مذهبنا فی المسألة و بمعناه قال جماهیر العلماء من الصحابة و التابعین و من بعدهم و هو مذهب الثوری و مالک و أبی حنیفة و غیرهم.
(شرح النووی علی صحیح مسلم ۲/ ۱۹۹،ط:قدیمی)

امام ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی کو علت حرمت فرمایا ہے، لکھتے ہیں:

(۴) قال العلامة ابن نجیم رحمه الله تعالیٰ : ثم قال النووی......وسواء صنعه بما یمتهن أو بغیره فصنعته حرام بکل حال ل أن فیه مضاهاة لخلق الله تعالی و سواء ما کان فی ثوب أو بساط أو درهم أو دینار أو فلس أو اناء أو حائط أو غیرها.(البحر الرائق ۲/ ۴۸،ط:رشیدیه)

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی کو علت حرمت فرمایا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

(۵) قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ : ولو کانت الصورة صغیرة کالتی علی الدرهم أو کانت فی الید أو مستترة أو مهانة مع ان الصلوٰة بذلک لا تحرم بل ولا تکره لان علة حرمة التصویر المضاهاة لخلق الله تعالیٰ. (رد المحتار ۲/ ۵۰۳،ط:رشیدیه)

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے بھی اسی کو علت حرمت فرمایا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

(۶) قال الشیخ المفتی محمد تقی العثمانی حفظه الله تعالیٰ : وقد ادعی بعض المتجددین فی عصرنا أن حرمة التصویر کانت فی ابتداء الاسلام لقرب عهدهم بالجاهلیة والوثنیة،وعدم رسوخ عقیدة التوحید فی القلوب. فلما رسخت عقائد التوحید فیهم ارتفعت حرمة الصور.وان هذه الدعوی لا دلیل لها فی القرآن والسنة ولو کان حکم حرمة التصویر منسوخا لبین النبی ﷺ النسخ بصراحة ولما امتنع الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم عن التصاویر وقد رأیت ان فقهاء الصحابة امتنعوا من الدخول فی بیوت فیها تصاویر،وکل ذلک بعد النبی ﷺ وهٰذا دلیل قاطع علیٰ ان حکم حرمة التصویر لم یزل باقیا، ولم ینسخه شیٔ،کیف وقد علل النبی ﷺ حرمة التصویر بالمضاهاة بخلق الله ، و هی علة لا تختص بزمان دون زمان.

قال ابن دقیق العید رحمه الله فی شرح العمدة ۱/ ۱۷۲(کتاب الجنائز،حدیث ۱۱)

((ولقد أبعد غایة البعد من قال : ان ذلک محمول علی الکراهة،وأن التشدید کان فی ذلک الزمان لقرب عهد الناس بعبادة الأوثان ، و هذا الزمان حیث انتشر الاسلام تمهدت قواعده فلا یساوی فی هذاا لتشدید...... و هذا القول عندنا باطل قطعا، لأنه قد ورد فی الأحادیث و الأخبار عن أمر الآخرة بعذاب المصورین، و أنهم یقال لهم: أحیوا ماخلقتم. و هذه علة مخالفة لما قاله هذا القائل، و قد صرح بذلک فی قوله علیه السلام : ”المشبهون بخلق الله“ و هذه علة عامة مستقلة مناسبة و لا تخص زمانا دون زمان، و لیس لنا أن نتصرف فی النصوص المتظاهرة

المتضافرة بمعنی خیالی)) (تکملة فتح الملهم ۴/ ۱۶۱، ۱۶۲، ط: مکتبه دار العلوم)

اھم بات: اب مزید یہ بات غور طلب باقی رہتی ہے کہ یہ ''مضاہاۃ'' جس طرح مجسمہ اور تصویر میں ہے اسی طرح عکس اور ظل میں بھی ہے، جبکہ عکس اور ظل کو کسی نے شبیہ محرم نہیں کہا تو حکم میں فرق کیوں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو امورِ اختیاریہ کا مکلّف بنایا ہے نہ کہ امورِ غیر اختیاریہ کا، تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿و ان تبدوا ما فی أنفسکم أو تخفوه یحاسبکم به اللّٰه﴾ [البقرۃ : ۲۸۴] کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو ظاہر کرو یا چھپاؤ، بہرحال اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لیں گے، تو اگر چہ یہاں اصل مراد تو وہ اعمال ہیں جو انسان اپنے ارادہ اور اختیار سے کرتا ہے، غیر اختیاری اعمال اس داخل نہیں، مگر آیت کریمہ کے ظاہر کے پیش نظر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سخت فکر، قلق اور رنج میں مبتلاء ہو گئے، اور یہ سن کر خوفِ خدا سے لرز اٹھے کہ اگر غیر اختیاری خیالات اور وساوس جو دل میں بدوں نیت وارادہ اٹھتے رہتے ہیں اس پر بھی مواخذہ ہوگا تو ہم میں سے کون ہوگا جس کی نجات ہو سکے گی؟ رسول اکرم ﷺ نے باوجود صحیح مطلب سے واقف ہونے کے محض رضا بالقضا کی تعلیم کی غرض سے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی جناب سے جو بھی حکم آئے خواہ سہل و آسان ہو یا دشوار مؤمن کی شان یہ ہونی چاہئے کہ وہ سمعنا واطعنا کہے، عمل پیرا ہونے سے ذرا بھی تأمل نہ کرے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایسا ہی کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں نازل فرمائیں، جن میں سے دوسری آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس پریشانی اور شبہ کو دور فرمایا جو پہلے والی آیت کریمہ کے ظاہر سے پیدا ہوا تھا، ارشاد ہے ﴿لا یکلف اللّٰه نفسا الا وسعها﴾ [البقرۃ: ۲۸۶] یعنی اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کو اس کی طاقت سے زائد کام کا حکم نہیں دیا، غیر اختیاری طور پر جو وساوس اور خیالات دل میں آجائیں اور ان پر عمل نہ کیا گیا ہو تو وہ سب عند اللہ تعالیٰ معاف ہیں، حساب اور پکڑ صرف ان اعمال وافعال پر ہوگا جو انسان اپنے ارادہ اور اختیار سے کرے۔

چونکہ عکس اور ظل میں انسان کی صنعت اور اختیار کو کچھ بھی دخل نہیں، کوئی شخص جب بھی پانی یا کسی چمکدار شے کے مقابل جاتا ہے تو خود بخود اس کا عکس بن جاتا ہے، اس وجہ سے یہ شبیہِ محرم سے خارج ہیں۔ اور مجسمہ اور تصویر دونوں امورِ اختیاریہ میں سے ہیں ان میں انسان کی صنعت کا دخل ہے، اس وجہ سے یہ دونوں شبیہِ محرم میں داخل ہیں۔

الحاصل: جاندار کی شبیہِ محرم کی کامل علت وہ مضاہاۃ ہے جس میں انسان کی صنعت اور اختیار کا دخل ہے، لہٰذا جہاں یہ علت موجود ہوگی حرمت کا حکم ہوگا، ورنہ نہیں۔ چونکہ مجسمہ اور تصویر میں یہ کامل علت پائی جاتی ہے اس لیے یہ دونوں شبیہ محرم میں داخل اور حرام و ناجائز ہیں، اور عکس وظل میں یہ علت کاملہ نہیں اس لیے کہ اس میں انسانی اختیار اور صنعت کا کوئی دخل نہیں لہٰذا یہ شبیہِ محرم سے خارج اور جائز ہیں۔

علت مضاہاۃ کے مؤثر ہونے میں انسان کے اختیار وصنعت کے دخیل ہونے کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ حضرات فقہائے کرام رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجسمہ، تصویر اور عکس وظل کی تعریفوں میں انسانی صنعت واختیار کے ہونے اور نہ ہونے کے فرق کا لحاظ رکھا ہے۔

(۱) علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ مجسمہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و التمثال اسم للشیء المصنوع مشبها بخلق من خلق الله تعالیٰ (تفسیر القرطبی ۱۱ / ۲۵۹)

اس میں ''مصنوع'' کی صراحت ہے اور یہ وہ مصنوع ہے جو انسان کی صنعت واختیار کے بعد وجود میں آتا ہے۔

(۲) علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ مصور کی تعریف میں فرماتے ہیں:

المصور هو الذی یصور اشکال الحیوان (الکرمانی ۸ / ۲۱ / ۱۳۸)

''یصور'' میں انسان کی صنعت واختیار کی صراحت ہے۔

(۳) عکس کی تعریف میں علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

و یعبرون عنه بالانطباع و هو أن المقابل للصقیل تنطبع صورته و مثاله فیه لا عینه . و یدل علیه تعبیر قاضیخان بقوله : لأنه لم یر فرجها و انما رأی عکس فرجها ، فافهم .

(الشامیة ۴ / ۱۱۶ ، ۱۱۷)

اس میں لفظِ ''انطباع'' اور ''تنطبع'' دونوں بتا رہے ہیں کہ عکس میں انسان کی صنعت اور اختیار کا کوئی دخل نہیں۔

﴿اسکرین پر نمودار ہونے والے منظر کی حقیقت اور اس کا حکم﴾

قاعدہ نمبر (۱) کی مختصر تفصیل اور تعیینِ علت کی وضاحت کے بعد اب اس کی حقیقت اور حکم دونوں ظاہر ہو گئے کہ یہ شبیہِ محرم یعنی تصویر میں داخل ہے اور حرام ہے، کیونکہ علتِ حرمت یعنی مضاہاۃ لخلق اللہ مع صنعت و اختیار، تصویر کی طرح اس میں بھی پوری کی پوری پائی جاتی ہے۔

قاعدہ نمبر ۱ کا حاصل : اسکرین کا منظر اشتراکِ علت کی وجہ سے شبیہِ محرم یعنی تصویر میں داخل اور اس کی ایک قسم ہے، جس کا بنانا اور استعمال کرنا ممنوع ناجائز اور حرام ہے۔

﴿قاعدہ نمبر (۲) :محرم اور مبیح میں جب تعارض ہو تو محرم کو ترجیح ہوتی ہے﴾

قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ : اذا اجتمع الحلال و الحرام غلب الحرام و بمعناها ما اجتمع محرم و مبيح ...... الا غلب المحرم. (الأشباه و النظائر ۱ / ۳۰۱)

اس کی مثالیں کثیر ومعروف ہیں۔ لہٰذا بجائے امثلہ، زیرِ بحث مسئلہ میں یہ قاعدہ کس طرح جاری ہوتا ہے؟ صرف اسی کو بیان کیا جاتا ہے۔

اس قاعدہ کا تقاضا بھی یہ ہے کہ اس منظر میں جانبِ تصویر کے مقابل مباح جانب اگر اس کے برابر بھی ہوتی تو بھی تصویر اور حرمت کی جانب کو ترجیح حاصل ہوتی، اور اس کا بنانا اور استعمال کرنا ممنوع اور ناجائز ہوتا، اور جہاں جانب مباح مساوی بھی نہ بلکہ اس سے کم درجہ کا ہو پھر تو بطریق اولیٰ جانب حرمت پر فتوی اور حکم ہوگا اور یہاں ایسا ہی ہے، کیونکہ جانب مباح کو اشبہ بالعکس کہا گیا ہے، نہ کہ عین عکس، جبکہ جانب حرمت کو عین تصویر بلکہ تصویر کی ترقی یافتہ صورت کہا گیا ہے۔

قاعدہ نمبر ۲ کا حاصل: اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ اسکرین کا منظر شبیہ محرم میں داخل اور تصویر کی ایک قسم اور حرام ہے۔

﴿قاعدہ نمبر (۳) :احکامِ کثیرہ کا مدار عرف اور عادتِ اہلِ زمانہ پر ہونا مسلّم ہے﴾

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ :

ؔ و العرف في الشرع له اعتبار لذا عليه الحكم قد يدار

قال في المستصفى : العرف و العادة ما استقر في النفوس من جهة العقول و تلقته الطباع السليمة بالقبول ، انتهى . و في شرح التحرير : العادة هي الأمر المتكرر من غير علاقة عقلية انتهى

(شرح العقود : ۳۷)

اسکرین کے منظر کو عرف وعادت میں تصویر سمجھا اور بولا جاتا ہے، لہٰذا اس قاعدہ کی رو سے بھی یہ شبیہِ محرم اور تصویر کے حکم میں داخل ہو کر حرام ہوگا۔ چنانچہ حضرت مفتی اعظم مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

''تصویر ہونے نہ ہونے کا مدار عرف پر ہونا چاہیے نہ کہ سائنسی وفنی تدقیقات پر، اور عرفِ عام میں اسے تصویر ہی سمجھا جاتا ہے، جیسے شریعت نے صبح صادق اور طلوع وغروب کا علم کسی دقیق علم وفن پر موقوف نہیں رکھا، ظاہری وسہل علامات پر رکھا ہے۔'' (احسن الفتاوی ۹/ ۸۸)

قاعدہ نمبر ۳ کا حاصل : اس قاعدہ کا حاصل بھی یہی نکلا کہ عرف کے مطابق اسکرین کا منظر شبیہِ محرم میں داخل اور تصویر کی ترقی یافتہ صورت اور حرام ہے۔

﴿قاعدہ نمبر (۴): تصویری تبلیغ کے مسلمان مکلّف نہیں!!!﴾

تبلیغِ دین کا مقصد دین کو عام کرنا اور بے دینی، منکر اور گمراہی کو ختم کرنا ہے۔ جبکہ تصویری طریقۂ تبلیغ میں مبلغ صاحب، تصویر (جو ایک خطرناک قسم کی گمراہی ہے اور احادیث مبارکہ میں اس پر درجنوں وعیدیں آئی ہیں) کو عام کر رہا ہے۔ اور تبلیغِ دین کا ہر وہ طریقہ جس میں منکر کا ارتکاب ناگزیر ہو، یا مقصدِ تبلیغ کے خلاف ہو، ناجائز اور حرام ہے، اور مسلمان نہ تو ایسے طریقۂ تبلیغ کے مکلّف ہیں، اور نہ ہی اس کے اختیار کرنے کے مُجاز (اجازت یافتہ) ہیں، بلکہ اختیار کرنے کی صورت میں شدید مواخذہ اور پکڑ ہوگی۔

دوسروں کو دیندار بنانے کے لیے نہ تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں ناجائز اور حرام کاموں کا حکم دیا ہے، اور نہ ہی نفس الامر میں پورے طور پر یہ طریقہ مفید ہوسکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے زمانے سے لے کر آج تک خداترس، امت کے غم خوار، نفوسِ قدسیہ اور اللہ والوں نے منکرات کے راستے سے نہ تو خود تبلیغ کی ہے اور نہ ہی اس کو جائز سمجھا ہے۔

چنانچہ حضرت علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک مرتبہ ٹی وی پر تقریر کرنے کی درخواست کی گئی تو اس کو رد کرتے ہوئے صاف انکار فرمادیا......اس واقعہ کی تفصیل بتاتے ہوئے حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم لکھتے ہیں:

''کونسل کی نشستوں میں ایجنڈے سے باہر کی باتیں بھی بعض اوقات چھڑ جاتی ہیں، اسی سلسلے میں دراصل ہوا یہ تھا کہ بعض حضرات نے مولانا (محمد یوسف بنوری) رحمہ اللہ تعالیٰ سے فرمائش کی تھی کہ وہ ٹیلی ویژن پر خطاب فرمائیں، مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ نے ریڈیو پر خطاب کرنے کو تو قبول کرلیا تھا، لیکن ٹیلی ویژن پر خطاب کرنے سے معذرت فرمادی تھی کہ یہ میرے مزاج کے خلاف ہے۔ اسی دوران غیر رسمی طور پر یہ گفتگو بھی آئی تھی

کہ فلموں کو مخربِ اخلاق عناصر سے پاک کر کے تبلیغی مقاصد کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ارشاد فرمایا اس کا خلاصہ یہ تھا:

''اس سلسلہ میں ایک اصولی بات کہنا چاہتا ہوں، اور وہ یہ کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کے مکلّف نہیں ہیں کہ جس طرح بھی ممکن ہو، لوگوں کو پکا مسلمان بنا کر چھوڑیں، ہاں اس بات کے مکلّف ضرور ہیں کہ تبلیغِ دین کے لیے جتنے جائز ذرائع و وسائل ہمارے بس میں ہیں ان کو اختیار کر کے اپنی پوری کوشش صرف کر دیں۔ اسلام نے ہمیں جہاں تبلیغ کا حکم دیا ہے، وہاں تبلیغ کے باوقار طریقے اور آداب بھی بتائے ہیں، ہم ان طریقوں اور آداب کے دائرے میں رہ کر تبلیغ کے مکلّف ہیں، اگر ان جائز ذرائع اور تبلیغ کے ان آداب کے ساتھ ہم اپنی تبلیغی کوششوں میں کامیاب ہوتے ہیں تو عین مراد ہے، لیکن اگر بالفرض ان جائز ذرائع سے ہمیں مکمل کامیابی حاصل نہیں ہوتی تو ہم اس بات کے مکلّف نہیں ہیں کہ ناجائز ذرائع اختیار کر کے لوگوں کو دین کی دعوت دیں، اور آدابِ تبلیغ کو پسِ پشت ڈال کر جس جائز و ناجائز طریقے سے ممکن ہو، لوگوں کو اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کریں۔ اگر ہم جائز وسائل کے ذریعے اور آدابِ تبلیغ کے ساتھ ہم ایک شخص کو بھی دین کا پابند بنا دیں گے تو ہماری تبلیغ کامیاب ہے، اور اگر ناجائز ذرائع اختیار کر کے ہم سو آدمیوں کو بھی اپنا ہم نوا بنا لیں تو اس کامیابی کی اللہ کے یہاں کوئی قیمت نہیں۔ کیونکہ دین کے احکام کو پامال کر کے جو تبلیغ کی جائے گی وہ دین کی نہیں کسی اور چیز کی تبلیغ ہوگی۔ فلم اپنے مزاج کے لحاظ سے بذاتِ خود اسلام کے احکام کے خلاف ہے، لہٰذا ہم اس کے ذریعے تبلیغ دین کے مکلّف نہیں ہیں۔ اگر کوئی شخص جائز اور باوقار طریقوں سے ہماری دعوت کو قبول کرتا ہے تو ہمارے دیدہ و دل اس کے لیے فرشِ راہ ہیں، لیکن جو شخص فلم دیکھے بغیر دین کی بات سننے کے لیے تیار نہ ہو، اُسے فلم کے ذریعے دعوت دینے سے ہم معذور ہیں، اگر ہم یہ موقف اختیار نہ کریں تو آج ہم لوگوں کے مزاج کی رعایت سے فلم کو تبلیغ کے لیے استعمال کریں گے کل بے حجاب خواتین کو اس مقصد کے لیے استعمال کیا جائے گا، اور رقص و سرود کی محفلوں سے لوگوں کو دین کی طرف بلانے کی کوشش کی جائے گی، اس طرح ہم تبلیغ کے نام پر خود دین کے ایک ایک حکم کو پامال کرنے کے مرتکب ہوں گے''۔

یہ کونسل میں مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ کی آخری تقریر تھی اور غور سے دیکھا جائے تو یہ تمام دعوتِ دین کا کام کرنے والوں کے لیے مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ کی آخری وصیت تھی جو لوحِ دل پر نقش کرنے کے لائق ہے۔

(نقوشِ رفتگاں، ص: ۱۰۴، ۱۰۵)

پچیس تیس سال پہلے جب اسلام کی اشاعت وتبلیغ کے لیے فلمیں بنائی جا رہی تھیں تو جامعہ دار العلوم کراچی کے ماہنامہ ''البلاغ'' میں ان کے خلاف پر زور مضامین لکھ کر یہ ثابت کیا گیا کہ اسلام کے پھیلانے کے طریقے اور ہیں اور کفر وضلالت کے پھیلانے کے طریقے اور۔ ان تفصیلی تحریرات کے چند اقتباسات ذیل میں ملاحظہ ہوں:

اقتباس نمبر ۱ : حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم لکھتے ہیں: ......اس فلم کے بارے میں ایک اور پروپیگنڈہ بڑے شد ومد سے یہ کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ اسلام کی تبلیغ میں بڑی مدد ملی ہے۔ اور ہزاروں غیر مسلم اسے دیکھ کر مسلمان ہوگئے ہیں۔ اول تو یہ بات بھی پہلی بات کی طرح بے بنیاد پروپیگنڈا ہے۔ ایک معمولی سمجھ کے انسان کے لیے بھی یہ باور کرنا مشکل ہے کہ ایسی فلم کو دیکھ کر ہزاروں انسان اسلام میں داخل ہوگئے ہوں۔ لیکن اگر بالفرض یہ تماشا دیکھ کر کچھ لوگوں کے دل واقعی اسلام کی طرف مائل ہوتے ہیں تو آخر یہ کیوں فرض کرلیا گیا کہ اسلام کی تبلیغ اور لوگوں کو متاثر کرنے کے لیے ہر طریقہ استعمال کرنا جائز ہے خواہ وہ اسلامی اصولوں کے کتنا خلاف ہو اگر ''تبلیغِ اسلام'' کی خاطر اس دلیل کو قبول کرلیا جائے تو کل کو یہی دلیل بنفسِ نفیس سرکارِ دو عالم ﷺ کی شبیہ دکھانے کے لیے بھی پیش کی جاسکتی ہے۔

''تبلیغِ اسلام'' کا اتنا ''درد'' رکھنے والے ان حضرات کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام نے اپنی تبلیغ کے لیے بھی کچھ خاص اصول مقرر فرمائے ہیں، جو تبلیغ ان اصولوں کو توڑ کر کی جائے وہ اسلام کے ساتھ دوستی نہیں، دشمنی ہے۔ یہ کوئی عیسائیت یا کمیونزم نہیں ہے جو اپنے نظریات کے پرچار کے لیے ہر جائز وناجائز طریق کار کو رواں رکھتا ہو، جسے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانے کے لیے اپنے اکابر کی حرمت کا بھی پاس نہ ہو اور جو دنیا میں محض ہم نواؤں کی تعداد بڑھانے کے لیے اپنی عورتوں کی عصمت بھی داؤ پر لگانے کے لیے تیار ہو۔

سوال یہ ہے کہ اگر کسی زمانے یا کسی خطے کے لوگ موسیقی کے ذریعے اسلام کی طرف مائل ہوسکتے ہیں تو کیا ''تبلیغِ اسلام'' کی خاطر طبلے سارنگی پر قرآن سنانے کی اجازت دے دی جائے گی؟ اگر کسی علاقے کے لوگوں کا سرکارِ دو عالم ﷺ کی شبیہ دیکھ کر مسلمان ہونا ممکن ہو تو کیا مسلمان (معاذ اللہ) آپ ﷺ کی فرضی تصویر شائع کرنے کو تیار ہو جائیں گے؟ اگر مسلم عورتوں کے رقص وسرود سے متاثر ہو کر کچھ لوگ مسلمان ہونے پر آمادہ ہوں تو کیا ان کے پاس ''تبلیغِ اسلام'' کے لیے رقاصاؤں کے طائفے بھیجے جائیں گے؟

یہ آخر کیا طرزِ فکر ہے کہ دنیا میں جس جس برائی کا چلن عام ہو جاتا ہے اسے نہ صرف جائز اور حلال کرتے جاؤ بلکہ اسلام کی تبلیغ و ترقی کے لیے اس کے استعمال کو بھی ناگزیر قرار دو، آنحضرت ﷺ کی جس سیرتِ طیبہ کو فلما کر اسے تبلیغِ اسلام کا نام دیا جارہا ہے اس سیرتِ طیبہ کا سبق تو یہ ہے کہ حق کی تبلیغ واشاعت صرف حق طریقوں سے ہی کی جاسکتی ہے۔ اگر حق کی تبلیغ کے لیے اس میں کسی باطل کی آمیزش اسلام کو گوارا ہوتی تو عہدِ رسالت کے مسلمانوں کو وہ اذیتیں برداشت نہ کرنی پڑتیں جن کے واقعات پر اس فلم کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ عہدِ رسالت کے مسلمانوں کو سب سے بڑی تربیت تو یہ دی گئی تھی کہ وہ اپنے آپ کو زمانے کے ہر غلط بہاؤ کے آگے سپر ڈالنے کے بجائے زندگی کی آخری سانس تک اس سے لڑنے اور اسے صحیح سمت کی طرف موڑنے کی جدوجہد کریں اور اس راہ میں جو مشکلات پیش آئیں انہیں خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرنے کی عادت ڈالیں۔ اگر یہ بزرگ ایسا نہ کرتے اور زمانے کی ہر پھیلی ہوئی برائی کے آگے ہتھیار ڈالتے جاتے تو آج دین کی کوئی قدر بھی اپنے اصلی شکل میں محفوظ نہ رہ سکتی۔ (مضمون: عہد رسالت کی فلم بندی، کتاب: اصلاحِ معاشرہ ۱۳۲، ۱۳۳)

اقتباس نمبر ۲ : ایک اور جگہ لکھتے ہیں:......اس لیے اسلام نے جہاں ہمیں تبلیغِ دین کا حکم دیا ہے وہاں اس کے کچھ اصول اور آداب بھی بتائے ہیں، ان اصول وآداب کو توڑ کر اور اسلامی تعلیمات کو پامال کر کے جو تبلیغ کی جائے گی وہ اسلام کی نہیں، کسی اور مذہب کی تبلیغ ہوگی اور اگر بالفرض اس تبلیغ سے کوئی ہم نوا جماعت تیار ہوئی بھی تو وہ اسلام کی مطلوب جماعت ہرگز نہیں ہوسکتی۔ ہمیں معلوم ہے کہ اسلام کے سوا دوسرے بہت سے مذاہب اور نظریات میں اپنی اشاعت وتبلیغ کے لیے وہ سارے صحیح وغلط طریقے اختیار کیے ہیں جن سے لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی جاسکے۔ اس غرض کے لیے رقص وسرود کی محفلیں بھی گرم کی گئی ہیں، مال ودولت اور حسن وشباب کا لالچ بھی دیا گیا ہے اور اپنے اسلاف کی عزت وناموس کو بھی بھینٹ چڑھانے سے دریغ نہیں کیا گیا، لیکن اسلام اپنی دعوت وتبلیغ کے لیے ان طریقوں کو اختیار کرنے سے معذور ہے۔ کیونکہ اس کا مقصد محض مردم شماری کے رجسٹر میں مسلمانوں کی تعداد بڑھانے سے حاصل نہیں ہوتا۔ وہ ایک اصولی اور عملی دین ہے اس کا مقصد انسانیت کی اصلاح اور قلب وذہن کی تطہیر ہے، وہ اپنی تبلیغ کے نام پر وہ راستے اختیار نہیں کرسکتا جو انسانیت کو تباہی کی طرف لے جاتے ہیں۔ (اصلاحِ معاشرہ: ۱۳۷، ۱۳۸)

اقتباس نمبر ۳ : ایک اور مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:......سب سے پہلے تو یہ غلط فہمی ذہن سے دور کرنے کی ضرورت ہے کہ اسلام میں تبلیغ ودعوت کا کوئی اصول مقرر نہیں ہے، اور جب جس شخص کا جی

چاہے، تبلیغ اسلام کے لیے کوئی بھی ایسا ذریعہ استعمال کر سکتا ہے جو دوسروں پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ بعض دوسرے تبلیغی مذاہب میں بے شک یہ بات نظر آتی ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کے لیے ہر اچھے برے طریقے کو نہ صرف جائز سمجھتے ہیں، بلکہ اس پر بے جھجک عمل بھی کرتے ہیں، اپنے نام لیواؤں کی مردم شماری بڑھانے کے لیے لالچ، ڈراوے اور دھوکہ فریب سے لے کر کھیل تماشے تک ہر طریقہ ان کے نزدیک جائز ہے۔ اگر اس غرض کے لیے انہیں اپنی عورتوں کو بے عزت کرنا پڑے تو اس سے بھی نہیں چوکتے، اور اگر اپنی مقدس شخصیتوں کے وقار سے کھیلنا پڑھے تو اس سے بھی انہیں کوئی دریغ نہیں۔ عیسائی مشنریوں کا طریق کار یہ ہے کہ بائبل کی طرف لوگوں کو مائل کرنے کے لیے بائبل کے باتصویر نسخے عام ہیں، جن میں انبیاء کرام علیہم السلام کی ایسی حیا سوز تصویریں کھلم کھلا شائع ہو رہی ہیں جنہیں دیکھ کر ایک شریف انسان کی پیشانی عرق عرق ہو جائے۔ بائبل کے مختلف قصوں پر مشتمل فلمیں تیار کی جاتی ہیں، اور ان میں ''دلچسپی'' پیدا کرنے کے لیے ان میں عشقیہ قصوں کی پوری ڈھٹائی کے ساتھ آمیزش کر دی جاتی ہے، تاکہ نوعمر لوگ انہیں ذوق وشوق کے ساتھ دیکھ سکیں...... اس کے علاوہ لوگوں کو راغب کرنے کے لیے رقص وسرود کے ایسے پروگرام ترتیب دیے جاتے ہیں جن کے درمیان کلیسا میں آنے کی دعوت دی جاتی ہے، غرض تبلیغ ودعوت کے طریقے لوگوں کی خواہشات نفس کے تابع آئے دن بدلتے رہتے ہیں۔

اس کے برعکس اسلام نے جہاں تبلیغ و دعوت کو ضروری قرار دیا ہے، وہاں اس کے باوقار آداب بھی بتلائے ہیں، لہٰذا اسلام کے لیے یہ بات ممکن نہیں ہے کہ وہ لوگوں کی خواہشات نفس کی اصلاح کے بجائے اپنی دعوت وتبلیغ کو ان خواہشات کا تابع مہمل بنا دے۔ اسلام کا مقصد صرف اپنے نام نہاد پیرؤوں کی مردم شماری میں اضافہ کرنا نہیں، بلکہ ایسے انسان تیار کرنا ہے جو اپنی خواہشات نفس کے بجائے اللہ کے احکام کے تابع ہوں، اسلام کی دعوت کا ایک خاص وقار ہے، اور اس وقار کو ملحوظ رکھے بغیر دعوت کا جو بھی طریقہ اختیار کیا جائے گا وہ اسلام کا نہیں، کسی اور دین کا طریقہ ہوگا۔ لہٰذا اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ اسلام کی سنجیدہ اور باوقار تعلیمات کو کھیل تماشا بنا کر پیش کرنے سے اسلام کی تبلیغ ہو رہی ہے تو وہ اسلام کے مزاج و مذاق سے سنگین حد تک ناواقف ہے، اسلام انسانوں کو خواہشات نفس کی غلامی سے نکال کر خدائے واحد کی غلامی میں لانے کے لیے آیا ہے اور اگر وہ ان خواہشات کے آگے سپر ڈال کر خود اپنی تبلیغ کے لیے وہ طور طریقے اختیار کرنا شروع کر دے جو اس کے نزدیک ناجائز یا نامناسب ہیں تو یہ آپ اپنی تردید کے مترادف ہوگا۔

اقتباس نمبر ٤ : آگے تحریر فرماتے ہیں:......پھر کیا کوئی فلم تصویروں سے خالی ہوسکتی ہے؟ کیا کسی ایسی فلم کا تصور کیا جاسکتا ہے جس میں نامحرم عورتیں بے حجاب ہوکر سامنے نہ آئیں؟ کیا کوئی فلم آج تک موسیقی سے پاک تیار کی گئی ہے؟ سوال یہ ہے کہ وہ کبائر جن کو مٹانا اسلام کے اولین مقاصد میں شامل ہے، ان کا ارتکاب کر کے اس مصنوعی ناٹک کو قرآنی مضامین کا نام دینا قرآن کریم کے ساتھ کھلا کھلم مذاق نہیں تو اور کیا ہے؟ وہ آخر کون سی تبلیغ اسلام ہے جو خدائی احکام کی صریح خلاف ورزی کر کے انجام دی جارہی ہے؟ اور جس کے ذریعے ان گناہوں کی برائی تک کا احساس دلوں سے مٹایا جارہا ہے؟

کہا جاتا ہے کہ ان فلموں کے ذریعے ان لوگوں تک قرآنی مضامین پہنچانے مقصود ہیں جو کبھی مسجد میں آکر کوئی وعظ نہیں سنتے، جنہیں دینی کتابوں کے مطالعے سے دلچسپی نہیں ہے، اور جن کو بذات خود قرآن کریم پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ لیکن اسلام کی تبلیغ کے سلسلے میں جو اصولی گزارشات ہم نے اوپر پیش کی ہیں، ان کے پیشِ نظر اس دلیل میں رتی برابر وزن نہیں ہے۔ جو لوگ قرآنی مضامین کو فلم اور ڈرامے کے سوا کسی اور ذریعے سے سننے کے لیے تیار نہیں ہیں، اسلام اور قرآن ان کو اپنے مضامین سنانے سے بے نیاز ہے، اور جن لوگوں کے حلق سے دین کی کوئی بات اس وقت تک نہ اترے جب تک ایک رنگین فلم کی شکل میں پیش نہ کی جائے، ایسے لوگوں کو قرآن سے کبھی کوئی ہدایت نصیب بھی نہیں ہوسکتی، قرآن کریم نے اپنی پہلی ہی آیت میں فرمادیا ہے کہ: ﴿**ذلک الکتاب لا ریب فیه هدی للمتقین**﴾ ''اس کتاب میں کوئی شک نہیں اور یہ ان لوگوں کے لیے ہدایت ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں'' لہٰذا جن لوگوں میں حق کی کوئی طلب یا تلاش نہ ہو، اور جو کھیل تماشے کے بغیر دین کی کوئی بات سننے کے لیے تیار نہ ہوں، آپ ان کے سامنے ایسی ہزار فلموں کے ذریعے تمام قرآنی مضامین بیان کردیجیے، انہیں اس سے وہ ہدایت رتی برابر بھی حاصل نہ ہوگی جو قرآن کریم کا اصل مقصد اور اس کو حقیقۃً مطلوب ہے، جن لوگوں کے دل میں از خود حق تک پہنچنے کی کوئی ادنیٰ تڑپ نہیں ہے، اور جو حق تک پہنچنے کے حقیقی راستوں سے اپنے آپ کو نہ صرف مستغنی اور بے نیاز سمجھتے ہیں، بلکہ ان سے نفرت اور اعراض کا معاملہ کرتے ہیں، ان کے قرآن کریم کا ارشاد یہ ہے کہ: ﴿**أما من استغنی فأنت له تصدیٰ و ما علیک ألا یزکیٰ**﴾ ''رہے وہ لوگ جو (حق سے) مستغنی ہیں، تو آپ ان کے پیچھے پڑتے ہیں؟ حالانکہ اگر وہ (دین حق قبول کر کے) پاک نہ ہوں تو آپ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں''

ایسے لوگوں کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ دین کو ان کو خواہشات کے سانچے میں ڈھال کر پیش کرنے سے ان کی اصلاح ہو جائے گی، انتہا درجے کی خام خیالی کے سوا کچھ نہیں۔ (اصلاحِ معاشرہ ۱۵۰ تا ۱۵۳)

قاعدہ نمبر ٤ کا حاصل : اس کا حاصل یہ ہے کہ تصویر وغیرہ منکرات کے ذریعے تبلیغ کے نہ مسلمان مکلّف ہیں اور نہ ہی ایسا کوئی طریقہ جائز ہے، بلکہ اسلام کی عظمت کے خلاف ہے۔

﴿قاعدہ نمبر (۵): مرد کا عورت کے عکس کو اور عورت کا مرد کے عکس کو دیکھنا حرام ہے﴾

چنانچہ اگر کسی نہر پر نامحرم مرد اور نامحرم عورت کھڑے ہوں تو مرد کے لیے پانی پر عورت کے عکس کو اور عورت کے لیے پانی پر مرد کے عکس کو دیکھنا ناجائز اور حرام ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: (التنبيه) الثاني: لم أر ما لو نظر الى الأجنبية من المرآة أو الماء ، و قد صرحوا فى حرمة المصاهرة بأنها لا تثبت برؤية فرج من مرآة أو ماء ، لأن المرئى مثاله لا عينه بخلاف ما لو نظر من زجاج أو ماء هى فيه ، لأن البصر ينفذ فى الزجاج و الماء فيرى ما فيه ، و مفاد هذا أنه لا يحرم نظر الأجنبية من المرآة أو الماء الا أن يفرق بأن حرمة المصاهرة بالنظر و نحوه شدد فى شروطها، لأن الأصل فيها الحل، بخلاف النظر لأنه انما منع منه خشية الفتنة و الشهوة، و ذلک موجود هنا، و رأيت فى فتاوى ابن حجر من الشافعية ذكر فيه خلافاً بينهم و رجح الحرمة بنحو ما قلناه و الله اعلم (الشامية ۶۱۳/۹ ،ط:رشيديه)

وهذا كله مصرح فى مذهب المالكية ومؤيد بقواعد مذهبنا ونصه عن المالكية ماذكره العلامة الدردير فى شرحه على مختصر الخليل حيث قال يحرم تصوير حيوان عاقل أو غيره إذا كان كامل الأعضاء إذا كان يدوم اجماعا وكذا إن لم يدم على الراجح كتصويره من نحو قشر بطيخ ويحرم النظر إليه إذ النظر إلى المحرم حرام.

(بلوغ القصد والمرام ص: ۱۹ بحواله تصویر کے شرعی احکام ص:۷۷)

اس قاعدہ کے مطابق دارالعلوم کراچی سے بھی ایک فتوی (نمبر ۱۳۷/ ۸۹) شائع ہوا ہے۔ چنانچہ ٹی وی پر دینی پروگرام سے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

''موجودہ حالات میں ٹیلی ویژن بے شمار منکرات ومحرمات اور فواحشات پر مشتمل ہے جن میں سے چند حسبِ ذیل ہیں :

(۱) گانا بجانا، ساز وسارنگی اور ڈھولک از روئے شرع قطعاً ناجائز ہیں اور ٹی وی کے اکثر پروگرام اسی پر مشتمل ہوتے ہیں ان کے ہوتے ہوئے تو تصاویر کے بغیر بھی کوئی پروگرام دیکھنا اور سننا جائز نہیں۔

(۲) نامحرم مرد کا عکس کسی نامحرم عورت کو، اور نامحرم عورت کا عکس یا تصویر نامحرم مرد کو دیکھنا جائز نہیں، ٹی وی کے پروگرام نامحرم مرد وعورت ہی پر مشتمل ہوتے ہیں، اور عام دیکھنے والے بھی نامحرم ہی ہوتے ہیں۔

(۳) پروگرام خواہ کسی نوعیت کا ہو، ٹی وی کے جو عام اثرات سامنے آرہے ہیں وہ یہ ہیں کہ بے حیائی، بے غیرتی، بے شرمی، بے ادبی، فحاشی اور دیگر جرائم میں نہایت تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے اور پورا مسلم معاشرہ تباہ ہو کر رہ گیا ہے، ظاہر ہے کہ ٹی وی کے حاصل اور انجام کو دیکھا جائے گا اور انجام بالکل خلاف شرع اور انتہائی خطرناک ہے......''

قاعدہ نمبر ۵ کا حاصل : چونکہ **اولاً** ٹی وی کے اکثر پروگرام مرد وزن سے مخلوط ہوتے ہیں جس کا دیکھنا اس قاعدہ اور فتوی کے مطابق کسی مرد وعورت کے لیے جائز نہیں، **ثانیاً** اگر کوئی پروگرام اختلاط سے پاک ہو بھی تو دیکھنے والوں کو اس کا پابند بنانا ناممکن ہے کہ مَردوں کے پروگرام کو صرف مرد اور عورتوں کے پروگرام کو صرف عورتیں دیکھیں۔

﴿قاعدہ نمبر (۶) : کسی چیز کے استعمال کے جائز اور ناجائز ہونے کا مدار اس کے اکثر استعمال اور نتائج پر ہوتا ہے﴾

دارالعلوم کراچی سے شائع ہونے والے فتوی نمبر ۱۳۷/ ۸۹ میں تحریر ہے: ''پروگرام خواہ کسی نوعیت کا ہو، ٹی وی کے جو عام اثرات سامنے آرہے ہیں وہ یہ ہیں کہ بے حیائی، بے غیرتی، بے شرمی، بے ادبی، فحاشی اور دیگر جرائم میں نہایت تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے اور پورا مسلم معاشرہ تباہ ہو کر رہ گیا ہے، ظاہر ہے کہ ٹی وی کے حاصل اور انجام کو دیکھا جائے گا اور انجام بالکل خلاف شرع اور انتہائی خطرناک ہے......''

حضرت مفتی عاشق الٰہی بلندشہری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جب ٹیلی ویژن چلا تھا تو علماء نے اس کی مخالفت کی تھی جو محققین اور خدا ترس اہلِ علم ہیں اب تک اس کے استعمال کو حرام ہی قرار دے رہے ہیں لیکن جن لوگوں کو عوام سے دبنے اور عوام کے مطابق فتویٰ دینے کا مرض ہے ان میں سے بعض لوگوں نے کہہ دیا کہ یہ تصویر میں نہیں آتا آئینہ کی طرح سے ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا آئینہ میں نامحرم عورتوں کو اور ننگی عورتوں کو اور بے حیائی کی فلموں کو اور فواحش ومنکرات کے ڈراموں کو دیکھنا جائز ہے؟

یہ تو کہہ دیا کہ یہ تصویر میں نہیں آتا اور عوام کے گھروں میں .... لانے اور لگوانے کا سبب بن گئے اور

ان فلموں اور ڈراموں اور ناچ رنگ کے اعمال وافعال پر پابندی لگوانے کے لیے کچھ نہیں کیا، نہ ہر جائز بات بتانے کی ہوتی ہے نہ ہر جائز کام کرنے کا ہوتا ہے، اب جو نئے مفتی آئے ہیں انہوں نے فرمادیا کہ ٹیلی ویژن آج کل ضروریاتِ انسان میں داخل ہو چکا ہے گویا کہ اگر اس میں کوئی پہلو عدم جواز کا تھا بھی تو "**الضرورات تبیح المحظورات**" کے پیش نظر وہ بھی کالمعدوم ہوگیا، کیا یہ بھی کوئی شرعی دلیل ہے کہ انسان معصیت کا اس حد تک خوگر بن جائے کہ اسے چھوڑے تو اضطراری کیفیت ہو جائے؟ اور پھر اس معصیت کو حلال کر لے، ٹی وی کو کسی نے آئینہ بنا دیا اور کسی نے ضرورت میں داخل کر دیا اور اس بے شرمی پر کوئی نظر نہیں کہ ماں باپ، بہن بھائی سب کے ساتھ بیٹھ کر بے حیائی سے بھری ہوئی فلمیں دیکھتے ہیں، فتویٰ دینے کے لیے بڑے ہوش گوش اور مخاطبین کا مزاج دیکھنے اور جاننے کی ضرورت ہے، کھلاڑی جو کھیل کھیلتے ہیں ان میں سے بعض کھیلوں کا یونیفارم ایسا ہے جس میں گھٹنے اور آدھی آدھی رانیں کھلی رہتی ہیں۔ نئے مفتیوں کے سامنے یہ بات آئی تو اسے بھی جائز قرار دے دیا۔ (تبلیغی اور اصلاحی مضامین، ۴/ ۱۴۹، ط: ادارۃ المعارف کراچی)

مفتی اعظم حضرت مفتی رشید احمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ عوام بار بار فرق کا اعلان کرنے سے سمجھ گئے ہیں یا سمجھ جائیں گے تو بھی اس میں عام تصویر سے کئی گنا بڑھ کر مفاسد پائے جاتے ہیں، جن میں سے چند ایک اوپر بیان کیے گئے ہیں، ظاہر ہے کہ کسی چیز کے جواز یا عدم جواز کا فیصلہ اس کے عام استعمال وابتلاء کو سامنے رکھ کر کیا جاتا ہے نہ کہ قلیل کالعدم استعمال کے پیش نظر۔

ماضی قریب کے بعض ملحد وگمراہ مفکرین نے سینما دیکھنے کو یہ کہہ کر جائز قرار دیا تھا کہ یہ سینما ہال میں اسکرین پر ظاہر ہونے والی صورت تصویر نہیں عکس ہے، اس سے نوجوان نسل کو عریاں وفحش فلمیں دیکھنے کی جو ترغیب وتشجیع ہوئی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، وہ ایک ناجائز وحرام فعل کو جائز سمجھ کر بے محابا کرنے لگے، اب یہی حال بعض علماء کی اس نئی تحقیق کا ہے کہ ویڈیو تصویر کو چونکہ قرار وبقاء نہیں اس لیے یہ تصویر نہیں، اس سے وہ افراد جو ٹی وی وغیرہ کو ناجائز سمجھ کر اس سے گریزاں وترساں تھے، ان کو اس گنجائش سے کھلی چھٹی مل گئی اور وہ جائز ومنکرات سے پاک مناظر کو دیکھنے کے بہانے رفتہ رفتہ ہر غلط پروگرام، رقص وسرور اور عریانی وفحاشی کے مناظر دیکھنے میں مبتلا ہو رہے ہیں، اس کا محض امکان نہیں بلکہ وقوع ہے کہ بعض بظاہر دیندار لوگوں نے مسلمانوں کی مظلومیت اور جہاد کے مناظر دیکھنے دکھانے کے بہانے ٹی وی اور وی سی آر خریدا اور پھر ہر فحش ڈرامہ اور فلم دیکھنے کے عادی ہوگئے، اس طرح نوجوان نسل دنیا وآخرت کی تباہی کا شکار ہو رہی ہے اور بعض مخلص دینی جماعتوں اور جہادی تنظیموں سے منسلک نوجوان اپنے اندر دین و جہاد کا جذبہ پیدا کرنے کی

بجائے بے راہ روی اور غلط روش کا شکار ہورہے ہیں، جس سے دین و جہاد کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔

(احسن الفتاوی ۹/ ۸۸)

قاعدہ نمبر ٦ کا حاصل: دارالعلوم کراچی کے فتوی اور اکابر کی تحریرات سے واضح ہوا کہ ٹی وی کا اکثر استعمال اور نتائج معصیت اور ناجائز ہے، لہٰذا اس کے اکثر استعمال اور نتائج کے مطابق فتوی دیا جائے گا کہ ٹی وی کا ہر طرح کا استعمال ناجائز اور حرام ہے۔ قلیل استعمال کا اعتبار نہ ہوگا۔

﴿قاعدہ نمبر (۷): فاسق کی تعظیم جائز نہیں﴾

فاسق کی تعریف: فاسق وہ ہے جو کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : (قوله: و فاسق) من الفسق: و هو الخروج من الاستقامة، و لعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزانی و آکل الربا و نحو ذلک، كذا في البرجندی اسمعيل،(الشامية: ۱/ ۵٦۰)

مفتی دارالعلوم دیوبند ومظاہر علوم سہارنپور حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ’’فاسق وہ شخص ہے جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے‘‘۔ (فتاوی محمودیہ ٦/ ۹٦)

حکم: اس کی تعظیم جائز نہیں، اور نہ ہی اس کو ذی شان اور ذی عظمت منصب سونپنا جائز ہے۔ جیسے امامت، مدارس میں علوم دینیہ کی تدریس اور وعظ ونصیحت وغیرہ۔ اگر کسی نے سونپا تو دونوں گناہ گار ہوں گے۔

و قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: تحت قوله (قوله : أي غير الفاسق) ...... و أما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه، و بأن في تقديمه للامامة تعظيمه، و قد وجب عليهم اهانته شرعاً، و لا يخفى أنه اذا كان أعلم من غيره لا تزول العلة، فانه لا يؤمن أن يصلي بهم بغير طهارة فهو كالمبتدع تكره امامته بكل حال، بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا، قال: و لذا لم تجز الصلاة خلفه أصلا عند مالك و رواية عن احمد فلذا حاول الشارح في عبارة المصنف و حمل الاستثناء على غير الفاسق، و الله أعلم. (الشامية: ۱/ ۵٦۰)

و قال العلامة الحلبي رحمه الله تعالىٰ: و فيه اشارة الى أنهم لو قدموا فاسقا يأثمون بناء على أن كراهة تقديمه تحريم لعدم اعتنائه بأمور دينه و تساهله في الاتيان بلوازمه فلا يبعد منه الاخلال ببعض شروط الصلاة، و فعل ما ينافيها بل هو الغالب بالنظر الى فسقه لذا لم تجز الصلوة خلفه أصلا عند مالک، و رواية عن أحمد (الحلبي ۵۱۳،۵۱۴)

مفتی دارالعلوم دیوبند ومظاہر علوم سہارنپور حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ’’فاسق

فاجر کی امامت مکروہ تحریمی ہے''۔(فتاوی محمودیہ ۹۶/۶)

قاعدہ نمبر ۷ کا حاصل : مرتکبِ کبیرہ فاسق ہے، اور ہر فاسق شرعاً واجب الاہانۃ والتذلیل ہے، اس کو منبر ومحراب وغیرہ کی عزت دینا ناجائز ہے، اور دینے والا بھی گناہگار ہے۔ خصوصاً وہ فسق جو کھلم کھلا ہو اس کی شناعت تو عام فسق سے بھی درج ذیل وجوہ کی بنا پر شدید تر ہے۔

(۱) حدیث میں اس کو ناقابل معافی جرم قرار دیا گیا ہے۔

قال رسول الله ﷺ : كل أمتي معافى الا المجاهرين (البخاری، ۸۹۶/۲، ط:قديمی)

میری پوری امت لائقِ عفو ہے مگر کھلم کھلا علانیہ گناہ کرنے والے لائق عفو نہیں۔

(۲) علانیہ گناہ کرنے والا شرعاً واجب القتل ہے۔(البتہ یہ کام حکومتِ وقت کا ہے عام آدمی کو اس کی اجازت نہیں)

حضرت مفتی رشید احمد رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: ''حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے فیصلہ تحریر فرمایا ہے کہ جو شخص رمضان میں علانیہ کھائے پیے وہ واجب القتل ہے کیونکہ وہ کھلے طور شریعت کی مخالفت کر رہا ہے''۔

(احسن الفتاوی ۲۶۰/۳)

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: و لو أكل عمدا شهرة بلا عذر يقتل.

و قال العلامة الشامي رحمه الله تعالى تحت قوله: (قوله: و تمامه في شرح الوهبانية) ...... قال الشرنبلالي صورتها: تعمد من لا عذر له الأكل جهارا يقتل لأنه مستهزئ بالدين أو منكر لما ثبت منه بالضرورة و لا خلاف في حل قتله و الأمر به (الشامية ۴۱۳/۲، ۴۱۴)

(۳) اس میں دینِ اسلام کی کھلی توہین اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے بغاوت کا اظہار واعلان ہے۔

حضرت مفتی رشید احمد رحمہ اللہ تعالیٰ ڈاڑھی کٹانا جو علانیہ فسق ہے، کی شناعت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں'': ڈاڑھی قبضہ سے کم کرنا حرام ہے، بلکہ دوسرے کبیرہ گناہوں سے بھی بدتر ہے اس لیے کہ اس کے علانیہ ہونے کی وجہ سے اس میں دینِ اسلام کی کھلی توہین ہے اور اللہ تعالیٰ و رسول ﷺ سے بغاوت کا اظہار واعلان ہے''۔(احسن الفتاوی ۲۶۰/۳)

مندرجہ بالا قواعد کے پیش نظر اب سوال کا جواب ملاحظہ ہو:

(۱) ٹی وی کے ذریعہ تبلیغ دین کرنا ناجائز اور حرام ہے۔

باقی بعض حضرات کا یہ کہنا کہ یہ عکس ہے اس لیے جائز ہے، اس کے تین جواب ہیں:

۱۔ اسکرین کے منظر کو عکس یا اشبہ بالعکس کہنا اس کی (اُس) حقیقت سے (جو متفقہ علیہا اور ثابتہ بالدلائل القویہ ہے) خلاف ہے، نہ کہ اختلاف۔ کیونکہ اختلاف کے لیے ضروری ہے کہ دونوں طرف دلائل ہوں، اور دلائل بھی دلائلِ صحیحہ ہوں جبکہ یہاں اس کے عکس یا اشبہ بالعکس ہونے پر کوئی ایک بھی صحیح دلیل نہیں۔ کیونکہ اتنی بات تو متفق علیہ ہے کہ یہ منظر جاندار کی شبیہ ہے، آگے قابل غور بات یہ رہ جاتی ہے کہ یہ شبیہِ محرم ہے یا نہیں؟ جس کا صحیح حل یہ ہے کہ شبیہِ محرم کی حرمت اور حلت کی اصل علت اور مدار کو معلوم کر کے اس کی حرمت یا حلّت کا فیصلہ کیا جائے، جیسے بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے قاعدہ نمبر (۱) میں آپ کے سامنے پیش کیا، اس صحیح حل سے صرفِ نظر کرتے ہوئے جو کچھ بھی دلیل کے نام سے پیش کیا جائے گا اس کو کسی طرح بھی صحیح دلیل نہیں کہا جائے گا۔ بلکہ یہی کہا جائے گا کہ یہ ایک بے دلیل بات ہے، اور اسی کو اصطلاح میں خلاف کہا جاتا ہے، نہ کہ اختلاف۔

الاختلاف لغة ضد الاتفاق، قال بعض العلماء: ان الاختلاف يستعمل فی قول بنی علی الدليل و الخلاف فيما لا دليل عليه كما فی بعض حواشی الارشاد و يؤيده ما فی غاية التحقيق منه أن القول المرجوح فی مقابلة الراجح يقال له خلاف لا اختلاف ...... و الحاصل منه ثبوت الضعف فی الخلاف فانه كمخالفة الاجماع و عدم ضعف جانب فی الخلاف لانه ليس فيه خلاف ما تقرر، انتهى. (كشاف اصطلاحات الفنون ۲/۵۷)

و قال الامام المرغينانی رحمه الله تعالىٰ: و فی ما اجتمع عليه الجمهور لا يعتبر مخالفة البعض و ذلک خلاف، و ليس باختلاف، و المعتبر الاختلاف فی الصدر الاول.

(الهداية، كتاب آداب القاضی ۳/۱۴۲)

الحاصل! قاعدہ نمبر (۱) اور نمبر (۳) کے پیشِ نظر یہ تصویر ہی ہے اس کو عکس یا اشبہ بالعکس کہنا صریح تسامح اور کھلی خطا ہے۔

۲۔ بنا بر تسلیم اختلاف قاعدہ نمبر (۲) کے پیشِ نظر جواب یہ ہے کہ جہت تصویر کو ترجیح حاصل ہوگی۔

۳۔ بنا بر تسلیم عکس قاعدہ نمبر (۵) اور نمبر (۶) کے پیشِ نظر اس کا استعمال ناجائز ہے، کیونکہ ٹی وی کے برے نتائج اور اثرات سب کے سامنے عیاں ہیں۔ بقول مفتی اعظم حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ: ”بعض بظاہر دیندار لوگوں نے مسلمانوں کی مظلومیت اور جہاد کے مناظر دیکھنے دکھانے کے بہانے ٹی

وی اور وی سی آر خریدا اور پھر ہر فحش ڈرامہ اور فلم دیکھنے کے عادی ہو گئے، اس طرح نوجوان نسل دنیا و آخرت کی تباہی کا شکار ہو رہی ہے اور بعض مخلص دینی جماعتوں اور جہادی تنظیموں سے منسلک نوجوان اپنے اندر دین و جہاد کا جذبہ پیدا کرنے کی بجائے بے راہ روی اور غلط روش کا شکار ہو رہے ہیں، جس سے دین و جہاد کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔'' (احسن الفتاوی ۹/ ۸۸)

نیز جب یہ اتفاقی امر ہے کہ نامحرم کا عکس دیکھنا بھی ناجائز ہے، تو اس مبلغ اور عالم صاحب کا عکس جو نامحرم عورتیں دیکھیں گی تو اس میں گناہ یقینی ہے، اور اس گناہ کرنے اور کروانے اور حدیث ''**لعن الله الناظر و المنظور اليه** '' (دیکھنے والے اور دکھانے والے پر اللہ کی لعنت ہو) کے پیش نظر ملعون بننے کے بعد سامعین و سامعات (خواتین و حضرات) کا وعظ سے فائدہ حاصل کرنا محض ایک ظنی اور احتمالی امر ہے جو یقین کے درجہ میں نہیں ہے، خصوصاً ایسا وعظ جو یقیناً منکر پر مشتمل ہو۔

رہا بعض کا اس منظر کو تصویر ماننے کے باوجود تبلیغ دین کے لیے استعمال کو جائز کہنا تو اس کا جواب قاعدہ نمبر (۴) سے واضح ہو گیا۔ جس کے تحت اکابر نے اس تصویری طریق تبلیغ کو شدت سے رد فرمایا یہاں تک کہ بعض حضرات نے یہ بھی فرمایا کہ اسلامی تعلیمات کو پامال کر کے جو تبلیغ کی جائے گی وہ کسی اور چیز کی تبلیغ ہو گی، دین اسلام کی نہیں۔

(۲) جواب نمبر (۱) سے معلوم ہو گیا کہ یہ انتہاء درجہ کی معصیت اور فسق و فجور ہے۔ جو علماء و مبلغین ٹی وی پر آتے ہیں وہ علانیہ فسق و فجور کے ارتکاب کی وجہ سے فاسق ہیں، اور قاعدہ نمبر (۷) کے پیش نظر ایسے علماء سے کسی بھی قسم کا دینی استفادہ یعنی ان کو امام بنانا، درس و تدریس کی ذمہ داریاں سونپنا اور وعظ و ارشاد کا نازک اور اہم منصب دینا جائز نہیں، اور جو کوئی ایسے علماء کو یہ امور حوالے کرے گا تو وہ بھی گناہ گار ہوں گے۔

عن ابن سيرين قال: ان هذا العلم دين فانظروا عمن تأخذون دينكم، رواه مسلم. (المشكوة :۳۷)

کہ یہ علم دین تو دین (اسلام کی بنیاد) ہے اس لیے تم اچھی طرح چھان پھٹک کر ان لوگوں کی تحقیق کر لو جن سے تم اپنا دین حاصل کرتے ہو۔

الحاصل: ٹی وی کے ذریعہ تبلیغ کرنے کے نہ ہم مسلمان مکلّف ہیں، اور نہ ہی یہ جائز ہے، بلکہ عظمتِ دین کے خلاف اور یقینی منکر یعنی تصویر کی ترویج و اشاعت ہے اور عکس کہہ کہہ کر خود کو اور دوسروں کا گناہ میں مبتلا کرنا ہے، لہٰذا ان مبلغین پر واجب ہے کہ اس علانیہ معصیت سے علانیہ توبہ کر کے اس طریقہ تبلیغ سے فوراً الگ ہو جائیں۔

تنبیہ: اس مسئلہ کی مکمل و مفصل تحقیق استادِ محترم حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''ڈیجیٹل تصویر اور ٹی وی چینل کے ذریعے تبلیغ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

وفقنا الله تعالیٰ و ایاهم جمیع ما یحب و یرضی

شاہ نور حسن

دارالافتاء جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

مدنی کالونی ہاکس بے روڈ گریکس ماری پور کراچی

۱۰/شوال ۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح

داؤد لطیف

جامعہ اشرفیہ لاہور

الجواب صحیح

ٹی وی اور ویڈیوز میں دینداروں کا ابتلاءِ عام ایسا گناہِ عظیم ہے جس کا بنیادی سبب ڈیجیٹل تصویر کو جواز مہیا کرنے والے ہیں۔

غلام مصطفیٰ عفی عنہ

۲۰ ذوالحجہ ۱۴۳۵ھ

جامعہ اشرفیہ لاہور

الجواب صحیح

پرویز خان

استاذِ محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی زیر صدارت مورخہ ۲۵/شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۸/اگست ۲۰۰۸ء کو جامعہ فاروقیہ کراچی میں ملکِ پاکستان کے چاروں صوبوں کے تقریباً دو درجن سے زائد مقتدر ماہرینِ شریعت مفتیانِ کرام نے متفقہ طور پر ٹی وی کے ذریعے تبلیغِ دین کو شریعت کی خلاف ورزی اور فتنہ جدیدیت واباحیت کی ناجائز پیروی قرار دیا، بندہ اس سے پورے طور پر متفق ہے، اگر کسی کو اس تحریر کی نقل درکار ہو تو بندہ سے اس نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ 0333-2398135

محمد جمیل خان

۲۲/۱۲/۱۴۳۵ھ

﴿حالاتِ حاضرہ اور تبلیغ کی خاطر ٹی وی دیکھنے اور اس پر آنے کے عدمِ جواز کے دلائل﴾

دلیل نمبر ۱ : نفع کی خاطر گناہ کا ارتکاب جائز نہیں۔

قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ : درء المفاسد أولى من جلب المصالح .فإذا تعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفسدة غالبا؛لأن اعتناء الشرع بالمنهيات أشد من اعتنائه بالمأمورات ولذا قال عليه السلام إذا أمرتكم بشيء فأتوا منه ما استطعتم وإذا نهيتكم عن شيء فاجتنبوه وروى في الكشف حديثا لترك ذرة مما نهى الله عنه أفضل من عبادة الثقلين ومن ثم جاز ترك الواجب دفعا للمشقة ولم يسامح في الإقدام على المنهيات.خصوصا الكبائر.ومن ذلك ما ذكره البزازي في فتاويه : ومن لم يجد سترة ترك الاستنجاء ولو على شط نهر ؛ لأن النهي راجح على الأمر حتى استوعب النهي الأزمان ولم يقتض الأمر التكرار.

(الأشباه والنظائر مع شرح الحموی ۱/۲۶۴،ط:ادارة القرآن)

حضرت حکیم الامت قدس سرہ لکھتے ہیں:

’’یہ بھی قاعدہ ہے کہ حصولِ نفع کے لیے ضررِ دینی کو گوارہ نہیں کیا جاتا‘‘۔

(تحفۃ العلماء۲/۹۲،ط: مکتبہ حقانیہ۔امدادالفتاویٰ۳/۴۳۰)

چونکہ ٹی وی پر تبلیغ اور ٹی وی کے ذریعے حالاتِ حاضرہ سے واقفیت میں متعدد دینی نقصانات اور مضرتیں مسلّم ہیں لہٰذا لوگوں کی اصلاح اور باخبر رہنے کی منفعت کے حصول کی خاطر اس قاعدے کے پیش نظر ٹی وی پر تبلیغ اور اس کا استعمال جائز نہ ہوگا۔ان میں سے بعض نقصانات یہ ہیں:

(۱) تصویر کا ارتکاب: جس کی حرمت منصوص وقطعی ہے اور احادیثِ متواترہ سے ثابت ہے۔چنانچہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

ان احاديث النهي عن التصاوير متواترة المعنى بلاريب.(احكام القرآن : ۱۳۳۱،الحزب الخامس)

(۲) تصویر دیکھنے کا ارتکاب: راجح اور جمہور کے نزدیک تصویر دیکھنا مطلقاً حرام ہے،لہٰذا مرد کی تصویر کو مرد کے لیے دیکھنا اور عورت کی تصویر کو عورت کے لیے دیکھنا بھی حرام ہے۔

وهذا كله مصرح في مذهب المالكية ومؤيد بقواعد مذهبنا ونصه عن المالكية ماذكره العلامة الدردير في شرحه على مختصر الخليل حيث قال يحرم تصوير حيوان عاقل أو غيره إذا كان كامل الأعضاء إذا كان يدوم اجماعا وكذا إن لم يدم على الراجح كتصويره من نحو قشر بطيخ ويحرم النظر إليه إذ النظر إلى المحرم حرام.(بلوغ القصد والمرام ص: ۱۹ بحواله تصویر کے شرعی احکام ص:۷۷)

(۳) نامحرم کی تصویر دیکھنے کا ارتکاب: نامحرم مرد کی تصویر اور عکس کو نامحرم عورت کے لیے اور نامحرم عورت کے عکس اور تصویر کو نامحرم مرد کے لیے دیکھنا اتفاقاً حرام ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: (التنبيه) الثانی: لم أر ما لو نظر الى الأجنبية من المرآة أو الماء وقد صرحوا فی حرمة المصاهرة بأنها لا تثبت برؤية فرج من مرآة أو ماء ، لأن المرئى مثاله لا عينه بخلاف ما لو نظر من زجاج أو ماء هی فيه ، لأن البصر ينفذ فی الزجاج و الماء فيرى ما فيه ، و مفاد هذا أنه لا يحرم نظر الأجنبية من المرآة أو الماء الا أن يفرق بأن حرمة المصاهرة بالنظر و نحوه شدد فی شروطها، لأن الأصل فيها الحل، بخلاف النظر لأنه انما منع منه خشية الفتنة و الشهوة، و ذلک موجود هنا، و رأيت فی فتاوی ابن حجر من الشافعية ذكر فيه خلافاً بينهم و رجح الحرمة بنحو ما قلناه و الله اعلم. (الشامية ۹/۱۳ ۶،ط:رشيديه)

(۴) موسیقی سننے کا ارتکاب: عموماً خبریں سنانے اور اعلانات کرنے سے پہلے موسیقی بجائی جاتی ہے جس کے سننے کی حرمت میں کوئی شبہہ نہیں۔ اگرچہ بعض لوگ اس کو روح کی غذا اور دین پہنچانے کا ایک بڑا ذریعہ سمجھتے اور بڑے اکابر کی جانب اس کی نسبت کرتے ہیں۔

دلیل نمبر ۲ : گناہ کے ذریعے گناہ کی اصلاح کرنا جائز نہیں۔

قال ملک العلماء الكاسانی رحمه الله تعالىٰ : والتطهير بالنجس لا يتحقق كما إذا غسل بماء نجس أو بالخمر. (بدائع الصنائع، ۱/۸۳،سعيد)

وقال العلامة البابرتی رحمه الله تعالىٰ : قوله :(طاهر) احتراز عن بول ما يؤكل لحمه فإن الأصح أن التطهير لا يحصل به وقيل يحصل حتى لو غسل دم بذلک رخصنا فيه ما لم يفحش .قال شمس الائمة السرخسی : والأصح أن التطهير بالنجس لا يكون لتضاد بين الوصفين وكذا الحكم فی الماء المستعمل.(العناية فی شرح الهداية، ۱/۹۴ ۱ ط:رشيديه جديد)

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

’’ترکِ معصیت کے لیے معصیت کا اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں بلکہ ابتداء ہی سے اس معصیت کے تقاضے کا مقابلہ کرنا چاہیے مثلاً نظرِ بد کا علاج یہ نہیں کہ ایک مرتبہ پیٹ بھر کر دیکھ لیا جائے بلکہ علاج غضِ بصر ہے گو سخت مشقت ہو۔

ایک صاحب نے کسی عالم کی بابت فرمایا کہ وہ جونپور میں ہر ماہ اور بالخصوص محرم میں دسویں کیا کرتے تھے اور اس کی حکمت یہ بتلاتے تھے کہ میں اس لیے کرتا ہوں کہ لوگ شیعوں کی مجلس میں نہ جائیں۔

ایک مولوی صاحب نے خوب جواب دیا کہ اگر ایسا ہی ہے تو ہندؤوں کی ہولی اور دیوالی بھی اسی نیت سے کرنی چاہیے تاکہ لوگ ان کے مجمعوں میں نہ جائیں کیونکہ نفسِ معصیت میں دونوں برابر ہیں۔

(تحفۃ العلماء۲/۹۴، ط: مکتبہ حقانیہ)

ٹی وی پر تبلیغ کے جواز کے لیے جو یہ بات کی جاتی ہے کہ اس کے ذریعے سے ہم لوگوں کو معاصی اور غلط نظریات وعقائد سے بچاتے ہیں، یہ بات تصویر کھینچنے، کھنچوانے، دیکھنے دکھانے وغیرہ کے گناہوں کے ارتکاب کے بغیر ممکن نہیں اور گناہوں کے ارتکاب کے ذریعے کسی کو گناہوں سے بچانا ہمارے لیے جائز نہیں لہٰذا ٹی وی پر تبلیغ بھی جائز نہیں۔

دلیل نمبر۳ : ایسے مباح کا اختیار کرنا ناجائز اور اس کا ترک واجب ہے جس کے اختیار کرنے سے کوئی مفسدہ لازم آتا ہو خواہ وہ مفسدہ فسادِ عقیدہ کا ہو (مثلاً کتنے لوگ ٹی وی پر تبلیغ پر تبصرے کرنے سے افراط وتفریط کا شکار ہو جاتے ہیں، بعض تو ٹی وی پر تبلیغ کرنے والے کی بے جا حمایت کرتے کرتے اس کا درجہ بڑھا چڑھا کر مبالغہ آمیز حد تک باور کراتے ہیں اور بعض اسے نرا جاہل کہہ دیتے ہیں) یا وہ مفسدہ فسادِ عمل کا ہو۔ جیسے جنازے کے بعد دعا کو حضرات فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے مکروہ لکھا ہے کہ اس سے عوام کا عقیدہ بگڑے گا اور اس کو بھی نماز کا حصہ اور جزء سمجھیں گے اور اسی طرح بعض کتابوں میں شوال کے چھ روزوں کو ممنوع لکھا ہے کہ عوام اس کو رمضان کا حصہ سمجھیں گے۔

قال الامام الرازی رحمه الله تعالیٰ تحت قوله تعالی ﴿ولاتسبوا الذین یدعون من دون الله فیسبوا الله عدوا بغیر علم﴾ : لقائل أن یقول: إن شتم الأصنام من أصول الطاعات فکیف یحسن من الله تعالی أن ینهی عنها. والجواب: أن هذا الشتم وإن کان طاعة إلا أنه إذا وقع علی وجه یستلزم وجود منکر عظیم وجب الاحتراز منه والأمر هاهنا کذلک لأن هذا الشتم کان یستلزم إقدامهم علی شتم الله وشتم رسوله وعلی فتح باب السفاهة وعلی تنفیر هم عن قبول الدین وإدخال الغیظ والغضب فی قلوبهم فلکونه مستلزما لهذه المنکرات وقع النهی عنه.

(تفسیر الرازی، ۵/۱۱۰، ط: دار احیاء التراث)

وقال العلامة ثناء الله رحمه الله تعالیٰ ایضاً : وفیه دلیل علی ان الطاعة اذا ادّت الی معصیة راجحة وجب ترکها لان ما یؤدی الی الشر شر. (التفسیر المظهری، ۲۷۶/۳، ط: رشیدیه)

قال الامام البخاری رحمه الله تعالیٰ : باب من ترک بعض الاختیار مخافة أن یقصر فهم بعض

الناس عنه فيقعوا فی أشد منه .... عن الأسود قال قال لی ابن الزبير كانت عائشة تُسِرُّ إليک كثيرا فما حدثتک فی الكعبة قلت قالت لی قال النبی ﷺ يا عائشة لولا قومک حديث عهدهم قال ابن الزبير بكفر لنقضت الكعبة فجعلت لها بابين باب يدخل الناس وباب يخرجون ففعله ابن الزبير. (صحيح البخاری ١/ ٢٤،ط:قديمی)

وقال العلامة العينی رحمه الله تعالیٰ : بيان استنباط الأحكام .الأول: قال ابن بطال فيه أنه قد يترک يسير من الأمر بالمعروف إذا خشی منه أن يكون سببا لفتنة قوم ينكرونه. الثانی: فيه أن النفوس تحب أن تساس كلها لما تأنس إليه فی دين الله من غير الفرائض. الثالث: قال النووی: فيه أنه إذا تعارضت مصلحة ومفسدة وتعذر الجمع بين فعل المصلحة وترک المفسدة بدأ بالأهم لأن النبی ﷺ أخبر أن رد الكعبة إلی قواعد إبراهيم عليه السلام مصلحة ولكن يعارضه مفسدة أعظم منه وهی خوف فتنة بعض من أسلم قريبا لما كانوا يرون تغييرها عظيما فتركها النبی ﷺ .الرابع: فيه فكر ولی الأمر فی مصالح رعيته واجتناب ما يخاف منه تولد ضرر عليهم فی دين أو دنيا إلا الأمور الشرعية كأخذ الزكاة وإقامة الحد الخامس فيه تأليف قلوبهم وحسن حياطتهم وأن لا ينفروا ولا يتعرض لما يخاف تنفيرهم بسببه ما لم يكن فيه ترک أمر شرعی.

(عمدة القاری،٢٨٨/٣،ط:دار الفكر)

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں :

جس مباح یا مندوب سے فسادِ عوام کا اندیشہ ہو اس کا ترک واجب ہے، خصوصاً ایسا مباح جس کے کرنے سے دین پر حرف آتا ہو (جیسے) کسی طوائف کی جائیداد کو مدرسہ میں لے لینا گو کسی تاویل سے اس کا ہبہ جائز ہو۔ (تحفۃ العلماء ۲/ ۱۰۹، ط: مکتبہ حقانیہ)

اسی طرح ایک جگہ لکھتے ہیں:

''اس شرعی قاعدے کا حاصل وہ ہے جس کو عقلی قانون میں قومی ہمدردی کہتے ہیں یعنی ہمدردی کا مقتضاء یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو دوسروں کو نفع پہنچاؤ اور اگر یہ بھی نہ ہو تو دوسروں کو نقصان تو نہ پہنچاؤ، کیا کوئی باپ جس کے بچے کو حلوا کو نقصان کرتا ہو اس کے سامنے بیٹھ کر حلوا کھانا محض مزے کے لیے پسند کرے گا، کیا اس کو خیال نہ ہوگا کہ میری حرث سے شاید بچہ بھی کھائے اور بیماری بڑھ جائے، کیا ہر مسلمان کی ہمدردی اسی طرح ضروری نہیں۔ اس حفاظت کی ایسی مثال ہے جیسے آپ کا بچہ بیمار ہے اور اس کو طبیب نے حلوا مضر بتایا ہے ، آپ اس کو ضرر سے بچانے کے لیے یہاں تک اہتمام کریں گے کہ آپ خود بھی حلوا نہیں کھائیں گے۔ چونکہ

دوسرے مسلمانوں کو ضرر سے بچانا فرض ہے اس لیے اگر خواص کے کسی ضروری فعل سے عوام کے عقیدے میں خرابی پیدا ہوتی ہو تو وہ خواص کے حق میں بھی مکروہ ہو جاتا ہے، خواص کو چاہیے کہ وہ فعل ترک کر دیں۔ حدیث شریف میں قصہ آیا ہے کہ حضور ﷺ نے حطیم کو بیت اللہ کے اندر داخل کرنے کا ارادہ فرمایا، مگر اس خیال سے کہ جدید الخیال کے قلوب میں خلجان پیدا ہوگا اور خود بناء کے اندر داخل ہونا امر ضروری نہ تھا، اس لیے آپ ﷺ نے اس قصد کو ملتوی فرما دیا اور تصریحاً یہی وجہ ارشاد فرمائی، حالانکہ بناء کے اندر داخل فرما دینا مستحسن تھا مگر ضررِ عوام کے اندیشے سے اس کو ترک فرما دیا اور ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ اہل میت کو اول روز طعام دینا سنت تھا مگر جب لوگ اہم سمجھنے لگے تو متروک اور ممنوع ہو گیا، دیکھیے! خواص نے بھی عوام کی دین کی حفاظت کے لیے اس کو ترک کر دیا۔ اسی وجہ سے فقہاء نے بہت سے مواقع میں بعض مباحات کو سداًلذرائع المادۃ الفاسدۃ تاکید سے روکا ہے''۔ (تحفۃ العلماء ۱۱۴/۲، ط: مکتبہ حقانیہ)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ آیت ﴿ولاتسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم﴾ کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

فائدہ: بتوں کو برا کہنا فی نفسہ امر مباح ہے مگر جب وہ ذریعہ بن جائے ایک امرِ حرام یعنی گستاخی بجناب باری تعالیٰ کا، وہ بھی منہی عنہ اور قبیح ہو جائے گا۔ اس سے ایک قاعدہ شرعیہ ثابت ہوا کہ مباح جب حرام کا سبب بن جاوے وہ حرام ہو جاتا ہے۔ (بیان القرآن ۵۸۰/۱، ط: ادارہ تالیفات)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب بھی اس آیت کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

''............اور جس طرح اللہ تعالیٰ کی شان میں خود گستاخی کرنا حرام ہے اسی طرح اس کا سبب بننا بھی ناجائز ہے، اس آیت سے فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ اصول نکالا ہے کہ اگر کوئی کام بذات خود تو جائز یا مستحب ہو لیکن اندیشہ ہو کہ اس کے نتیجے میں کوئی دوسرا شخص گناہ کا ارتکاب کرے گا تو ایسی صورت میں وہ جائز یا مستحب کام چھوڑ دینا چاہیے تاہم اس اصول کے تحت کوئی ایسا کام چھوڑنا جائز نہیں ہے جو فرض یا واجب ہو۔ (آسان ترجمہ قرآن، ۴۱۶/۱)

عوام کے فساد میں واقع ہونے کے اندیشے سے جب مباح اور مندوب کا ترک واجب ہے تو تصویری تبلیغ یا حالاتِ حاضرہ سے واقفیت، جس میں متعدد منصوص منکرات جمع ہیں کا ترک بطریقِ اولیٰ واجب ہوگا

جبکہ اس تصویری تبلیغ میں عوام کے فساد کا صرف اندیشہ نہیں بلکہ یقیناً وقوع ہے۔ جیسے بہت سے لوگ تبلیغ سننے اور دیکھنے یا محض حالات سے واقفیت کے بہانے ٹی وی لاکر منکراتِ عظیمہ میں مبتلا ہوئے۔

چنانچہ حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں :

ماضی قریب کے بعض ملحد و گمراہ مفکرین نے سینما دیکھنے کو یہ کہہ کر جائز قرار دیا تھا کہ یہ سینما ہال میں اسکرین پر ظاہر ہونے والی صورت تصویر نہیں عکس ہے، اس سے نوجوان نسل کو عریاں وفحش فلمیں دیکھنے کی جو ترغیب وتشجیع ہوئی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، وہ ایک ناجائز وحرام فعل کو جائز سمجھ کر بے محابا کرنے لگے، اب یہی حال بعض علماء کی اس نئی تحقیق کا ہے کہ ویڈیو تصویر کو چونکہ قرار و بقاء نہیں اس لیے یہ تصویر نہیں، اس سے وہ افراد جو ٹی وی وغیرہ کو ناجائز سمجھ کر اس سے گریزاں وترساں تھے، ان کو اس گنجائش سے کھلی چھٹی مل گئی اور وہ جائز ومنکرات سے پاک مناظر کو دیکھنے کے بہانے رفتہ رفتہ ہر غلط پروگرام، رقص وسرور اور عریانی وفحاشی کے مناظر دیکھنے میں مبتلا ہورہے ہیں، اس کا محض امکان نہیں بلکہ وقوع ہے کہ بعض بظاہر دیندار لوگوں نے مسلمانوں کی مظلومیت اور جہاد کے مناظر دیکھنے دکھانے کے بہانے ٹی وی اور وی سی آر خریدا اور پھر ہر فحش ڈرامہ اور فلم دیکھنے کے عادی ہوگئے، اس طرح نوجوان نسل دنیا وآخرت کی تباہی کا شکار ہورہی ہے اور بعض مخلص دینی جماعتوں اور جہادی تنظیموں سے منسلک نوجوان اپنے اندر دین و جہاد کا جذبہ پیدا کرنے کی بجائے بے راہ روی اور غلط روش کا شکار ہورہے ہیں، جس سے دین وجہاد کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ **اللھم انا نعوذ بک من شرور الفتن ما ظھر منھا و ما بطن ، أنت العاصم و لا ملجأ و لا منجأ منک الا الیک** ، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔(احسن الفتاوی ۹/۸۸)

اور جیسے علمائے حق کی تبلیغ کے بہانے سے بیٹھنے کے بعد علمائے سوء اور ملحدین کی تبلیغ کے عادی بن کر ان کے عقائدِ صحیحہ برباد ہو چکے ہیں چنانچہ بعض علماء نے بتایا کہ بعض لوگ اس طرح کی باتیں کرتے بھی سنے گئے ہیں کہ ''ہم فلاں فلاں دیوبندی عالم کے پروگرام سننے اور دیکھنے کے لیے ٹی وی میں لگ گئے تو ڈاکٹر ذاکر نائیک کو بھی دیکھا تو وہ بھی دین کا بہت بڑا کام کررہے ہیں، کتنے لوگوں کو مسلمان بنارہے ہیں اور ہمارے علماء جوان سے منع کرتے ہیں وہ صریح غلطی پر ہیں'' اور بقول ان (بعض علماء) کے کہ اب وہ لوگ آہستہ آہستہ ان کے نظریات قبول کرتے جارہے ہیں جس کے سدِ باب کی کوئی صورت ہمیں نظر نہیں آتی۔

اور جیسے بعض لوگ علماء کی شان میں اس وجہ سے گستاخانہ جملے بھی استعمال کرتے ہیں کہ ''خود ٹی وی کے خلاف کتابیں لکھ رہے ہیں مثلاً ''ٹی وی کا زہر، ٹی وی کی تباہ کاریاں، ٹی وی اور عذابِ قبر'' وغیرہ وغیرہ جس کی وجہ سے ہمارے گھروں سے ٹی وی نکلوا کر تڑوا دیے اور اب خود مزے سے ٹی وی میں آرہے ہیں اور اب یہ دین پھیلانے کا بہت بڑا ذریعہ ہے اور ہمارے لیے فلم میں عورتوں کی شکلیں دیکھنا حرام ہے اور ان مولویوں کی شکلوں کو ہماری عورتیں دیکھیں تو یہ کارِثواب ہے۔ اب جو مولوی ٹی وی چینل پر آرہا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ ہماری یہ شکل عورتیں دیکھیں گی اور حقیقت بھی یہی ہے کہ عورتوں کے لیے ہی آرہا ہے ورنہ مرد تو بغیر ٹی وی کے بھی اس کو دیکھ سکتا ہے، تعجب ہے کہ یہ فتوے کیسے بدل گئے''؟!!!!

بعض لوگ اعجوبہ بیان کرنے کے انداز میں دوسروں سے بدوں نام بتائے کہتے ہیں کہ بعض جید اور نامور علماء کا بہانہ عجیب ہے وہ اس بہانے سے ٹی وی استعمال کرتے ہیں کہ ''ہم سر نیچے کر کے ٹی وی چلاتے ہیں اس طرح حالاتِ حاضرہ سے باخبر بھی ہو جاتے ہیں اور تصویر دیکھنے کے گناہ سے بھی بچ جاتے ہیں''۔

عوام کا علماء سے متعلق اس قسم کے اہانت آمیز جملے کہنا اور علماء سے ان کی عقیدت کا برباد ہو جانا، اس سب کا سبب یہی ٹی وی پر تبلیغ ہے۔

دلیل نمبر ٤ : کسی شخص کے جائز عمل سے اگر دوسروں کے غلط نظریات کی تائید ہوتی ہو اور وہ اس کو بطورِ سند پیش کرتے ہوں تو ایسی صورت میں اس شخص کے لیے یہ جائز عمل بھی ناجائز ہو جاتا ہے۔ جیسے دس محرم کو وسعتِ رزق والی احادیث پر عمل کرنے میں دوسروں کے غلط نظریے کی تائید ہوتی ہے اسی طرح فرض نمازوں کے بعد دعا کو اگر کوئی لازم سمجھ کر نہ بھی کرے تو بھی اس کے عمل سے دعا کو لازم سمجھنے والوں کی تائید ہوتی ہے۔

قال العلامة النووی رحمه الله تعالیٰ :قوله: احتجر رسول الله ﷺ حجيرة بخصفة أوحصير فصلی فيها فالحجيرة بضم الحاء تصغير حجرة والخصفة والحصير بمعنی شک الراوی فی المذكورة منهما ومعنی احتجر حجرة أی حوط موضعاً من المسجد بحصير ليستره ليصلی فيه ولا يمر بين يديه مار ولا يتهوش بغيره ويتوفر خشوعه وفراغ قلبه وفيه جواز مثل هذا إذا لم يكن فيه تضييق علی المصلين ونحوهم ولم يتخذه دائماً لأن النبی ﷺ كان يحتجرها بالليل يصلی فيها وينحتها بالنهار ويبسطها كما ذكره مسلم فی الرواية التی بعد هذه ثم تركه النبی ﷺ بالليل والنهار وعاد إلی الصلاة

فی البیت .... وفیه ترک بعض المصالح لخوف مفسدة أعظم من ذلک.

(شرح النووی علی صحیح مسلم، ۱/۲۶۶، ط: قدیمی)

عن عائشة أم المؤمنین رضی الله تعالی عنها أن رسول الله ﷺ ذات لیلة فی المسجد فصلی بصلاته ناس ثم صلی من القابلة فکثر الناس ثم اجتمعوا من اللیلة الثالثة أو الرابعة فلم یخرج إلیهم رسول الله فلما أصبح قال قد رأیت الذی صنعتم ولم یمنعنی من الخروج إلیکم إلا أنی خشیت أن تفرض علیکم وذلک فی رمضان.

وقال العلامة العینی رحمه الله تعالیٰ: وفیه إذا تعارضت مصلحة وخوف مفسدة أو مصلحتان اعتبر أهمهما لأنه کان رأی الصلاة فی المسجد لبیان الجواز أو أنه کان معتکفا فلما عارضه خوف الافتراض علیهم ترکه لعظم المفسدة التی تخاف من عجزهم وترکهم الفرض وفیه أن الإمام أو کبیر القوم إذا فعل شیئا خلاف ما یتوقعه أتباعه وکان له عذر فیه یذکره لهم تطییبا لقلوبهم وإصلاحا لذات البین لئلا یظنوا خلاف هذا وربما ظنوا ظن السوء.(عمدة القاری،۵/۴۵۶،۴۵۹،ط:دار الفکر)

لہٰذا اگر کسی کی یہ رائے ہو بھی کہ تصویری تبلیغ سے مسلمانوں کو بہت نفع ہوتا ہے اور ان تک بآسانی دین پہنچ جاتا ہے یا حالات سے ہر وقت باخبر رہا جاسکتا ہے اس لیے ان منصوص محرمات کے ارتکاب کے باوجود یہ تصویری اور ٹی وی تبلیغ جائز ہے تو اس دلیل اور قاعدہ کی وجہ سے پھر بھی اس کے لیے ناجائز اور حرام ہے، کیونکہ اس سے اباحیت وجدیدیت کے غلط نظریے کی تائید ہوگی دوسرے لوگ تبلیغ اور دین پہنچانے کے بہانے رفتہ رفتہ ہر منکر کے ارتکاب کو جائز قرار دیں گے...... متدین اور محققین علماء کے ناجائز بتانے کے باوجود فتنۂ اباحیت وجدیدیت میں مبتلا لوگ موسیقی کے جواز کے لیے بطورِ دلیل یہ بات پیش کرتے ہیں کہ خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے موسیقی کے ذریعے ہزاروں اور لاکھوں کو مسلمان بنایا ہے اور تم ہو کہ منع کرتے ہو؟

قوالیاں پڑھنے والے باجوں اور رباب کے جواز کی بنیاد اور دلیل بھی یہی ہے کہ اس طرح لوگ کثرت اور شوق سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء سنتے ہیں اور بہت فائدہ ہوتا ہے۔ اگر تصویر کے ذریعے سے دین پہنچانا کارِ خیر ہے تو باجوں اور رباب کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت میں اشعار میں امت تک دین پہنچانا کیوں ناجائز ہے۔

فرحت ہاشمی صاحبہ اور ان جیسی خواتین کا اشاعتِ دین کے سلسلے میں خلافِ شرع امور کے ارتکاب کی

دلیل بھی یہی اشاعتِ دین اور جذبہ تبلیغ ہے نیز مردان کے ایک علاقہ میں ایک شخص باجوں اور رقص کے ذریعے سے لوگوں کو اکھٹا کر کے ان کو دین دار بناتا ہے اور غلط نظریات سے بچاتا ہے، اس کی دلیل بھی یہی جذبہ تبلیغ اور اشاعتِ دین ہے۔

الحاصل : ان علماء کی رائے مندرجہ بالا تمام باطل نظریات بلکہ پورے فتنہ جدیدیت واباحیت کے لیے ماضی اور مستقبل دونوں میں بنیاد بنے گی، لہٰذا تصویری اور ٹی وی پر تبلیغ اور اشاعتِ دین کے جواز کا نظریہ رکھنے والوں کے لیے بھی اس دلیل اور قاعدے کے پیشِ نظر اپنے نظریے اور رائے پر عمل کرنا جائز نہیں۔

دلیل نمبر ۵ : منفعت جواز کی دلیل نہیں ہے۔ جیسے حشرات الارض میں بہت سے ایسے ہیں جن میں بڑے منافع ہیں جیسے کیکڑے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ دمے کے لیے بہت مفید ہے اسی طرح کوچنیل کیڑا کا کھانا یا سانپوں کی ادویات وغیرہ کہ ان سب میں بہت فائدے بیان کیے جاتے ہیں لیکن بوجہ استخباث حرام ہیں:

قال ملک العلماء الکاسانی رحمه الله تعالیٰ وأما الذی یعیش فی البر فأنواع ثلاثة: ما لیس له دم أصلا وما لیس له دم سائل وما له دم سائل مثل الجراد والزنبور والذباب والعنکبوت والعضابة والخنفساء والبغاثة والعقرب. ونحوها لا یحل أکله إلا الجراد خاصة؛ لأنها من الخبائث لاستبعاد الطباع السلیمة إیاها وقد قال الله تبارک وتعالیٰ﴿ ویحرم علیهم الخبائث﴾ [الأعراف: ۱۵۷].

(بدائع الصنائع، ۳۶/۵، ط: سعید)

وقال العلامة ابوبکر الحداد رحمه الله تعالیٰ : قوله: ویکره أکل الضبع والضب والحشرات کلها وقال الشافعی: لا بأس بأکل الضبع والضب وقوله والحشرات کلها یعنی المائی والبری کالضفدع وغیرها وکذا السلحفاة لأنها من الحشرات وکذا الفئران والأوزاغ والعضابة والقنافذ والحیات وجمیع الدبیب والزنابیر والعقارب والذباب والجعلان والبرمان لأن هذه لأشیاء مستخبثة قال الله تعالیٰ﴿ ویحرم علیهم الخبائث﴾ [الأعراف: ۱۵۷].

(الجوهرة النیرة، ۲۷۹/۲، ط: حقانیه)

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں :

”کسی امر کا جائز یا ناجائز ہونا محض اس کے نافع ہونے پر نہیں“۔ (تحفۃ العلماء ۸۷/۲، ط: مکتبہ حقانیہ)

لہٰذا مجوزین کا یہ کہنا کہ اس سے اتنے لوگ مسلمان ہوگئے ہیں، اتنے لوگوں نے گناہ چھوڑ دیا ہے، اتنے

لوگ نیکی پر آ گئے یا اس کے ذریعے آدمی حالات سے واقف رہتا ہے، وغیرہ وغیرہ سب منفعت ہیں، دلیلِ جواز نہیں۔ اور شراب کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يسئلونک عن الخمر والميسر قل فيهما اثم كبير ومنافع للناس واثمهما اكبر من نفعهما. [البقرة: ۲۱۹]

دلیل نمبر ٦: مباح صورت اگر ایسے ضرر کو مستلزم ہو جو منفعت پر غالب ہو تو پھر ضرر کا اعتبار ہوگا نہ کہ منفعت کا اور یہ بات مسلم ہے کہ ضررِ اخروی، نفع دنیوی پر غالب اور مقدم ہے۔ ٹی وی کے عام ہونے سے دینی اور اخروی ضرر کا اکثر اور اس کے تحقق کا یقینی ہونا ظاہر اور مسلم ہے اس طور پر کہ اگر اس کو جائز کہہ دیا جائے اور اس سے کچھ لوگوں کے ہدایت پانے یا حالاتِ حاضرہ سے واقفیت کو تسلیم بھی کر لیا جائے پھر بھی دیگر بعض (خصوصاً دیندار گھرانوں) کا گمراہ ہونا یقینی اور واقعی امر ہے۔ جیسا کہ حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت دلیل نمبر (۳) کے تحت گزر چکی ہے۔

لہٰذا اگر فلمی اور تصویری تبلیغ مباح بھی ہوتی تو بھی اس قاعدہ اور دلیل کی رو سے ناجائز ہوتی۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

منفعت قابلِ اعتبار وہ ہے جو ضرر پر غالب ہو اسی طرح ضرر قابلِ اعتبار وہ ہے جو نفع پر غالب ہو اور دنیا کی منفعت سے آخرت کی منفعت بڑھی ہوئی ہے اور دنیا کی مضرت سے آخرت کی مضرت بڑھی ہوئی ہے۔

(تحفۃ العلماء ۲/۹۲، ط: مکتبہ حقانیہ)

دلیل نمبر ۷: نفع محتمل کے مقابلے میں یقینی گناہ کا ارتکاب جائز نہیں، ٹی وی کے ذریعے ہم کتنوں کو ولی اللہ بنا سکیں گے یا نہیں یہ بات محتمل ہے اور تصویر کی اشاعت اور مرد کی تصویر اور عکس عورت کو دکھانے کا گناہ یقینی ہے۔

قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ : قال في فتح القدير : و أهل الطب يثبتون للبن البنت أي الذى نزل بسبب بنت مرضعة نفعا لوجع العين . و اختلف المشايخ فيه قيل لا يجوز و قيل يجوز اذا علم أنه يزول به الرمد ولا يخفى أن حقيقة العلم متعذر فالمراد اذا غلب على الظن و الا فهو معنى المنع ولا يخفى أن التداوى بالمحرم لا يجوز فى ظاهر المذهب أصله بول ما يؤكل لحمه فانه لا يشرب أصلا. (البحر الرائق ۳/ ۳۸۹ ، كتاب الرضاعة ،ط:رشيدية)

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالیٰ : (ولا يشرب) بوله (أصلا) لا للتداوی و لا لغيره عند أبي حنيفة .

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ : (قوله عند أبي حنيفة) وأما عند أبي يوسف فانه و ان وافقه على أنه نجس لحديث "استنزهوا من البول " الا أنه أجاز شربه للتداوی لحديث العرنيين . وعند محمد يجوز مطلقا . و أجاب الامام عن حديث العرنيين بأنه عليه الصلوة و السلام عرف شفاء هم به وحيا و لم يتيقن شفاء غيرهم . لأن المرجع فيه الأطباء وقولهم ليس بحجة ، حتى لو تعين الحرام مدفعا للهلاک يحل كالميتة و الخمر عند الضرورة و تمامه في البحر .

(الشامية ۱/۲۱۰، ط:سعيد)

قواعد الفقہ میں ہے:

''جس امر کے وقوع کا اندیشہ ہو اس کے مقابلے میں کسی امر قطعی کو نہیں چھوڑا جائے گا''۔

(قواعد الفقہ ،ص:۹۱)

مروجہ اسلامی بینکاری

سے متعلق

مدلل فتویٰ

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں:

(۱) مروجہ اسلامی بینکاری تجزیاتی مطالعہ، شرعی جائزہ، فقہی نقد و تبصرہ

(۲) نام نہاد اسلامی بینکاری اکابرین امت کے دلائل و تحقیق کی روشنی میں

(۳) غیر سودی بینکاری ایک منصفانہ علمی جائزہ